تبلیغی نصاب کا جائزہ

قرآن وحدیث کی نظر میں

تالیف: محمد منیر

محلّہ مسجد بلال فتح جنگ ضلع اٹک

تصحیح نامہ

صفحہ نمبر	لائن نمبر	غلط	صحیح	زیادہ
2	1	تقسی	تقسیم	
23	14	--	--	کر
37	16	--	--	کہ
54	3	جواب	جو اب	--
54	4/7	اعزّہ	اعزّہ	
56	15	لفظ چاہیے زیادہ ہے		
58	8	چھوکٹ	چوکھٹ	--
65	17	تواس نے کی جگہ	تواللہ تعالیٰ نے	--
88	19	الوہی	الوہت	--
95	13	قسطلانابو	قسطلان ابو	--
102	14	کھڑیہو	کھڑے ہو	--
104	16	دورد	درود	--
106	11	--	--	کے
106	18	چھوڑی	چھوڑ	--
110	14	وَسَآءَ تمصیرًا	وَسَآءَت	--
123	21	مَلِئَكَةَ	مَلٰٓئِكَةَ	--
124	1	راہ نسائی	رواہ نسائی	--

نوٹ: قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ہم نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث رسول ﷺ درج کرتے وقت اپنی حدتک پوری کوشش کی ہے کہ کوئی اعراب یا املاء میں غلطی نہ ہولیکن اگر پھر بھی کوئی غلطی دوران مطالعہ آپ کو ملے تو ادارہ کو اطلاع کردیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کردی جائے اور اس غلطی کو سہو سمجھا جائے

تبلیغی نصاب

کا جائزہ

قرآن وحدیث کی نظر میں

تالیف: محمد منیر

محلّہ مسجد بلال فتح جنگ ضلع اٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ﴿الشوریٰ : ٢١﴾

کیا ان کے (اللہ کے ساتھ) کچھ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔

القران

نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے مگر یہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کردے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔

سورہ یٰس آیت نمبر 69,70

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	پیش لفظ	1
۲۔	اظہارِ تشکر	5
۳۔	وجہ تالیف	6
۴۔	اسلام سچا دین ہے	10

فضائل اعمال

1	فضائل اعمال کس حال میں لکھی گئی	12
2	''شیخ الحدیث صاحب'' کے والد محترم کی کہانی شیخ صاحب کی زبانی	13
3	عبداللہ بن زبیرؓ پر نبی ﷺ کے خون پینے کا الزام	15
4	نبی ﷺ کے فضلات، پاخانہ، پیشاب وغیرہ کے متعلق ''شیخ الحدیث صاحب'' کا فتویٰ	15
5	مالک بن سنانؓ پر نبی ﷺ کے خون پینے کا الزام	18
6	ایک جھوٹا دعویٰ کہ احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی	19
7	صلوٰۃ (نماز) قضا کرنے کی سزا	21
8	ایک بزرگ کا حالتِ صلوٰۃ میں پاؤں کاٹ لیا گیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی	24
9	ایک سید صاحب کا بارہ (۱۲) دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں ادا کرنا	25
10	مُردہ اپنی قبر میں صلوٰۃ پڑھ رہا تھا	25
11	قصہ چند اکابرین کی ریاضتوں کا	28
12	زین العابدین (علی بن حسین) کی عبادت کا قصہ	30
13	خانقاہوں کی فضیلت	31
14	شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد کی فضیلت	32
15	قصہ ایک نوجوان کا جسے جنت و دوزخ کا کشف ہوتا تھا	33
16	کیا آدم علیہ السلام نے نبی ﷺ کے وسیلے سے دعا، استغفار کی؟	34
17	امام ابوحنیفہؒ وضو کے پانی میں وضو کرنے والے شخص کے گناہ دُھلتے ہوئے دیکھ لیتے تھے	37

فضائل صدقات

18	قصہ ایک نوجوان کا جس سے شہر خموشاں کے مکین بہت خوش تھے	41
19	پھر میری آنکھ کُھل گئی	45
20	اور قبریں شق ہوگئیں	48
21	دو راہبوں کا قصہ	52
22	قصہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے پھوپھا کی غیب دانی کا	53
23	قصہ ایک بزرگ کا جس کے حکم سے جمنا کا پانی تھم گیا	56
24	مُردے کا قرآن پڑھنا	59
25	ایک قصہ جو وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کا صریح انکار ہے	60
26	اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ کا کفریہ مذاق	61
27	مُردہ اپنی قبر سے اُٹھا اور اونٹ ذبح کر کے واپس چلا گیا	63
28	ایک قصہ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کے جواب میں	67
29	ایک جنتی جوڑے کی دنیا میں ملاقات کا دلچسپ قصہ	74

فضائل حج

30	ایک صوفی اور شیطان کی باہمی ملاقات کا دلچسپ واقعہ	81
31	زین العابدین (علی بن حسین) کے حج کا واقعہ	84
32	قصہ ایک بزرگ کا بن کو ستر (۷۰) برس تک لبیک کے جواب میں لا لبیک کی آواز سنائی دیتی رہی	85

33	قصہ ایک بدنصیب نوجوان کا جس کی روح لبیک کہتے ہی پرواز کر گئی	86
34	ایک لطیفہ	86
35	چھ آدمیوں کے طفیل چھ لاکھ کا حج مقبول ہو!	87
36	قصہ ان ہستیوں کا جن کی زیارت کیلئے خود کعبہ شریف کو متحرک ہونا پڑا	90
37	حُسنِ انتخاب	92
38	زیارتِ قبرِ نبوی ﷺ کے جواز میں پیش کئے جانے والے دلائل کا جائزہ	94
39	قبر میں نبی ﷺ کے زندہ ہونے کے باطل دلائل	99
40	زیارت یا پرستش	102
41	نبی ﷺ سنتے ہیں	104
42	گنبدِ خضرا کی فضیلت ''شیخ الحدیث صاحب'' کی نظر میں	106
43	قبرِ نبوی ﷺ سے سلام کا جواب آنا	110
44	قبرِ نبوی ﷺ سے دستِ مبارک کا باہر نکلنا اور سید احمد رفاعی کا اس کو چومنا	113
45	نبی ﷺ کا اپنی قبر کی زیارت کو آنے والے شخص کو ایک عدد روٹی عطا فرمانا	116
46	قبرِ نبوی ﷺ پر پڑھے جانے والے ایک خط کا قصہ	118
47	اقبالِ جرم	120

فضائل درود

48	ملائکہ سیاحین والی جھوٹی روایت سے ''شیخ الحدیث صاحب'' کا غلط استدلال	123
49	درود کی برکت سے جہاز ڈوبتے ڈوبتے بچ نکلا	128
50	درود کی فضیلت کا ایک عجیب قصہ	130
51	ابن آدم کو درود کی برکت سے ملاءِ اعلیٰ کی امامت کا اعزاز حاصل ہو گیا	131
52	ایک مرتبہ درود پڑھنے سے ستر ہزار مُردوں کو بخش دیا گیا	132
53	علامہ سخاوی کی فضیلت کی کہانی خود انہی کی زبانی	133
54	ایک پاگل کی رفعتِ شان کہ نبی ﷺ اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے	135
55	اللہ کی قدرت اور تصرف میں نبی ﷺ کو شریک ثابت کرنے والی ایک جھوٹی حکایت	135
56	اس مضمون کی ایک اور حکایت	136
57	ایک الزام کہ نبی ﷺ نے مُردہ عورت کے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا	137
58	نبی ﷺ کی روحِ مقدس کا آسمان سے اُترنا اور شاہ ولی اللہ کیلئے روٹی کی سوغات لانا	139
59	نبی ﷺ کو عالم الغیب ثابت کرنے والا ایک بے بنیاد قصہ	142
60	ایک انتہائی عبرت ناک واقعہ	144
61	مثنوی ملا جامی	144
62	قصیدہ بہاریہ	145
63	''شیخ الحدیث صاحب'' کا ''ذوق سلیم'' عرش و کرسی کی توہین	147
64	آدم ؑ کے نکاح کا قصہ	148
65	حرفِ آخر	148

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

علیم وحکیم دانائے کل خالق عزّ وجل نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا بہترین پیکرِ جسمانی کے ساتھ عقل و دانش، ذہانت و فراست اور علم و ہنر کی صلاحیتوں سے آراستہ کر کے دنیا میں بھیجا اور مخلوقاتِ عالم میں اس کو اشرف و اکرم بنایا۔ اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ پورے خلوص اور شعور کے ساتھ ربِّ کریم کی شکر گزاری اور اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے صحیح معنوں میں مسلم بن کر زندگی گزارتا منصوبہ امتحان کے تحت انسان کو دونوں راستے دکھا کر اس بات کا اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے تو سوچ سمجھ کر اپنے ربّ کی بندگی و شکر گزاری کی راہ اپنا کر دنیا و آخرت میں فلاح یاب ہو جائے یا نافرمانی و سرکشی کی روش اختیار کر کے ناکام و نامراد ہو۔ انسان کی آزمائش کے لیے دنیا کو پُرکشش اور دلفریب بنایا گیا اور شیطان کو کسی حد تک مہلت دی گئی کہ وہ اس کو ورغلانے اور راہ حق سے ہٹانے کی کوشش کرے، لیکن انبیاء علیہم السلام کو اس کی رہنمائی کے لیے برابر بھیجا جاتا رہا۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے دعوت حق کو قبول کیا اور راہ حق اپنا کر نبی یا داعی حق کا ساتھ دیا تو حسب وعدہ ان کو قوموں پر فضیلت دی گئی، خلافتِ ارضی سے نوازا گیا اور آخرت کی کامیابی کا مژدہ بھی سنا دیا گیا۔ لیکن پھر جب اُن میں بگاڑ آیا اور انھوں نے آخرت سے منھ موڑ کر دنیاوی مقاصد کو ہی زندگی کا محور قرار دیا اور انہی کے حصول میں سرگرم ہو گئے تو کتاب اللہ کی ہدایات سے دُور ہوتے چلے گئے۔ کتاب اللہ سے دُوری قومی زندگی کا اہم موڑ ہوتا ہے، پھر ایمان میں خرابی، کفر و شرک کے ساتھ اخلاقی پستی اور کردار کی دوسری خرابیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں یہاں تک کہ دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی اُن کا مقدر بن جاتی ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قوموں کے بگاڑ میں دینی رہنما، احبار و رہبان ہی موثر کردار ادا کرتے رہے ہیں (ملاحظہ ہو سورۃ توبہ: ۳۴) یہ جب دنیا کی طرف مائل اور شیطان کے دام فریب میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو بالآخر اسی کے آلۂ کار بن جاتے ہیں یہ علماء و مشائخ دین کو کمائی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے لوگوں کو کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے دُور کر کے

✱ اُمت مسلمہ کو مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے اپنا پیروکار بنا لیتے ہیں۔ افسوس کہ یہ بدنصیب انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل و دانش کو پس پشت ڈال کر ان پیشہ ور پیروں اور مولویوں ہی کے مقلد بن کر رہ جاتے ہیں اور وہ ان کو اپنے جال میں ایسا جکڑ لیتے ہیں کہ ان کی قوت مزاحمت سلب ہو جاتی ہے اور اپنے اکابرین کی ہر بات کو بے چون و چرا تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں خواہ وہ ایمان و عقیدے کی بات ہو یا حرام و حلال سے متعلق، اس طرح ان کو "ارباب من دون اللّٰہ" بنا لیا جاتا ہے (التوبہ:۳۱) پھر ان بزرگوں کے اقوال و افعال ہی لوگوں کے لیے معیارِ حق بن جاتے ہیں چنانچہ وہ ان کے عقائد کو شرک آلودہ کر کے قبر پرستی، بدعات و رسومات پر مشتمل دین کو اپنے پیروکاروں پر مسلط کر دیتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کے بگاڑ و زوال اور اُن کے علما کی دنیا پرستی اور آخرت سے بے خوفی کے واقعات کو قرآن میں لوگوں کی نصیحت و عبرت کے لیے قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس پس منظر میں اگر اس اُمت کے ایمان و عمل کا جائزہ لیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ کتاب اللہ جو بلاشبہ معیار حق ہے اور پوری طرح محفوظ ہے اور اس کی تفسیر یعنی صحیح احادیث جو سنّت نبوی کی عملی تصویر ہیں یہ دونوں ان کے پاس موجود ہیں اور پھر بھی ان کے عقائد و اعمال میں کفر و شرک اور بے شمار بدعات و خرافات کی بھرمار ہے! ڈیڑھ ہزار سال پہلے تو یہی کلمہ پڑھنے والے ربِّ کریم کی رحمت کے حقدار اور اقوام عالم میں تاج دار تھے، وہ اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے اور سیاسی، اقتصادی اور سائنسی ترقی کے بام عروج پر تھے، جبکہ آج یہ اُسی کتاب اللہ کے "حامل" ہوتے ہوئے رسوائے زمانہ ہیں، ہر لحاظ سے پستی و بدحالی کا شکار ہیں! ماننا پڑے گا کہ اس اُمت میں بگاڑ اُسی طرح آیا ہے جیسے کہ پہلی قوموں میں آیا اور جس کا اُوپر ذکر کیا گیا۔ اس کے علما و مشائخ نے "حاملین تورات" کی طرح ثم لم یحملوھا...... (الجمعہ:۵) والا طرز عمل اختیار کر لیا، وہ دنیا کی طرف جھک گئے اور دین کو کمائی کا ذریعہ بنا لیا، اُمتِ واحدہ کو مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے اُن کو اپنا مقلد بنا لیا، اور پھر بغیر کسی مزاحمت کے ان کے ایمان و عقائد اور اعمال کو شرک آلودہ کیا اور رسول ﷺ کی سنت کی جگہ بدعات و خرافاتی رسومات کو دین کا حصہ بنا ڈالا۔ حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ یہی کتاب ہدایت جس نے اُن "اُمیوں" کے ایمان

کو شرک سے پاک کیا اور ان کی تعمیر سیرت اور کردار سازی میں مؤثر کردار ادا کیا، آج ان "مہذب اور تعلیم یافتہ" لوگوں کے لیے اِسی کتاب سے حصول ہدایت کو پندرہ علوم کے ساتھ مشروط کر کے مشکل ترین کام بنا دیا گیا ہے۔ دیکھیے، کیسا کارنامہ انجام دیا ہے ان پیشہ ور علما نے! اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کا تو کہنا ہی کیا پڑھے لکھے اور دینی علم رکھنے والے تک قرآن و حدیث سے نا آشنا ہو کر رہ گئے ہیں اور اپنے اکابرین کے اقوال و ملفوظات ہی کو حجت اور حرفِ آخر سمجھ کر اُن سے قرآن و حدیث جیسی بلکہ ان سے بھی زیادہ عقیدت ہو گئی ہے اور دعوت و تبلیغ کے لیے انہی کے مطالعے کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے سامنے جب ان کتابوں میں بیان کردہ ایمان کے منافی جھوٹے قصے اور واقعات لائے جاتے ہیں تو یہ ان کو بلا پس و پیش تسلیم کر کے اپنے عقائد کا حصہ بنا لیتے ہیں، گویا قرآن و حدیث کی انکی نظر میں کوئی اہمیت ہی باقی نہیں رہی! سالہا سال سے تبلیغی و اصلاحی اجتماعات اور جلسوں میں علما و صوفیا کے ملفوظات و مکتوبات پڑھے جاتے ہیں اور تقاریر میں ان کو بیان کیا جاتا ہے۔ سال کے دوران کچھ مقدس دن بنا لیے گئے ہیں جن کا قرون اولیٰ میں کوئی وجود نہ تھا، اور ان میں سنّتِ نبوی کے برعکس رسومات کی جاتی ہیں۔ اخبارات و جرائد میں ان دنوں کی تائید و فضیلت میں جو مضامین شائع ہوتے ہیں ان میں بھی ان جھوٹے اور گھڑے ہوئے واقعات، اکابرین کے اقوال و ملفوظات کے مشرکانہ اقتباسات کی بھرمار ہوتی ہے، قرآن و صحیح حدیث کا تو کہیں ذکر نہیں ہوتا، البتہ کہیں کہیں موضوع (گھڑی ہوئی) روایات کو بطور تائید پیش کر دیا جاتا ہے۔

یہ بات دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے کہ اصلاح کے روپ میں ایمان و عقائد کو بگاڑنے والے گروہوں میں تبلیغی جماعت بڑا مؤثر کردار ادا کر رہی ہے۔ بلاشبہ تبلیغ دین جو صحیح معنوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے انداز سے ہو اللہ کی نظر میں بہت ہی پسندیدہ کام ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی بہت تاکید ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کے بعد اہل ایمان کی اجتماعی ذمہ داری ہے، اور امت میں بگاڑ اور اُن کے زوال کا سدباب کرنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔ لیکن اس جماعت کے تبلیغی دوروں اور اجتماعات میں نہ تو گروہ بندی کے خلاف لب کشائی کی جاتی ہے اور نہ ہی عقائد کی

خرابی، کفر وشرک اور بدعات ورسومات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ وہاں تو اصلاح احوال کے لیے قرآن وحدیث کے بجائے ان کی مرتب کردہ فضائل کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں اور مقررین کی تقاریر میں بھی زیادہ تر انہی باتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ اب ان فضائل کی کتابوں کا ذرا تحقیقی جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں بیان کردہ بے شمار من گھڑت واقعات آیاتِ قرآنی اور احادیثِ صحیحہ سے متصادم بلکہ ان کے ساتھ صریح مذاق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعات، اکابرین کے اقوال اور صوفیوں کے ملفوظات تو اصلاح کے بجائے لوگوں کے عقائد بگاڑنے میں مہمیز کا کام کر رہے ہیں۔ چشم بینا رکھنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مخفی نہ ہوگا:

اتبعو ماانزل الیکم من ربکم ...... قلیلاً ماتذ کرون ﴿الاعراف:۳﴾

تم پیروی کرو اس (ہدایت) کی جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (کی ہدایت) کے علاوہ دوسرے (بناوٹی) سرپرستوں کی اتباع نہ کرو تم کم ہی نصیحت پر عمل کرتے ہو۔

اِس حکم ربی کے مطابق فکرِ آخرت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ وہ صحیح دین کو سمجھنے اور اس پر چلنے کے لیے قرآن وحدیث ہی کی طرف خود بھی رجوع کریں اور لوگوں کو بھی اسی سے رہنمائی حاصل کرنے کی دعوت دیں۔ تاکہ اُن کے ایمان وعقیدے کی اصلاح ہو اور وہ صحیح معنوں میں سنّتِ رسول ﷺ کے پیروکار بنیں۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس تحریر کا مطالعہ کیا گیا اور اس سعی مستحسن کو قابل قدر پایا گیا، لہٰذا ادارہ دعوۃ القرآن نے اس کو اشاعت کے لیے منظور کرلیا۔ اس میں بطور نمونہ فضائل کی کتابوں کے کچھ واقعات کا تقابلی جائزہ براہ راست قرآن وصحیح احادیث کی روشنی میں پیش کر کے ان کتابوں کی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس سے ان کتابوں کے مؤلف اور اُن کے ہم مسلک اکابرین کے عقائد کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس کو قبولیت عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا بغور مطالعہ کرنے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق سے نوازے.........آمین۔

اظہارِ تشکر

ادارہ دعوۃ القرآن (کیماڑی کراچی) کے ناظمِ اعلیٰ جناب محمد حنیف صاحب کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں کہ جنہوں نے زیرِ نظر کتاب کے مسوّدے کو اپنی گوناگوں مصروفیات کے سبب ڈیڑھ سال تک زیرِ التوا رکھا اور بالآخر اس کی ورق گردانی کیلئے وقت نکالا اور اغلاط کی تصحیح فرما کر اسے کتاب کی صورت میں شائع کرنے کے قابل بنایا۔

اس پر مستزاد یہ کہ میری استدعا پر انہوں نے اس کتاب کا پیش لفظ بھی تحریر فرمایا۔ اور راقم اپنی عقل نارسا اور ناتجربہ کاری کے بموجب جو باتیں قارئین کو حرفِ آخر تک نہیں سمجھا سکا انہوں نے وہ ساری باتیں انتہائی جامع الفاظ میں پیش لفظ کے تحت ہی سمجھا دیں۔ بلاشبہ یہ اس چھوٹی سی کتاب کیلئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

میں اشاعتی کمیٹی میں شامل تمام معزز اراکین اور اصحابِ شوریٰ کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مجلسِ مشاورت میں اس مسوّدے کی بھرپور تائید کی اور جن کی فراست، حسنِ تدبیر اور صائب مشورے سے اس کتاب کی اشاعت میں حائل تمام رکاوٹیں تارِ عنکبوت ثابت ہوئیں۔ اور سب سے بڑھ کر میں اس خالق لوح وقلم کا احسان مند ہوں جس کے لطف وکرم سے یہ کتاب مختلف تخلیقی مراحل سے گزرتے گزرتے بالآخر قارئین تک پہنچ کے رہی۔

محمد منیر

[redacted]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف

جن وجوہات کی بنا پر اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور جو عوامل اس تالیف کا سبب بنے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ قریبی مسجد سے تبلیغی بھائی معمول کی گشت پر نکلتے ہیں تو کبھی کبھار پھرتے پھراتے غریب خانے تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ اور فرصت ہو یا نہ ہو مجھے احترام آدمیت کے پیشِ نظر گلی میں اپنے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو کر ان کی لمبی چوڑی تقریر سننا پڑتی ہے۔ لیکن قابل صد افسوس امر یہ ہے کہ پوری تقریر سننے کے بعد نہایت مؤدبانہ الفاظ میں ان سے گزارش کی جائے کہ بھائیو! تمام اعمال صالحہ جن میں تبلیغ دین بھی شامل ہے، ایمان سے مشروط ہے اور ایمان کی اوّلین شرط ردِّ طاغوت ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

﴿البقرۃ : ۲۵۶﴾

پس جو طاغوت کا کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا۔

تو اس جسارت پر تبلیغی بھائیوں کے چہروں پر ناگواری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کے زعمِ باطل میں دنیا بھر میں واحد یہ جماعت ہے جو تبلیغ دین کی اجارہ دار ہے۔ اور اس اجارہ داری کے بموجب کسی اور فرد کو قطعاً اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ تبلیغ والوں کے سامنے منہ کھولے اور ان کو دین وایمان کی باتیں سمجھانے کی کوشش کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میرے کئی عزیز و اقارب اور بچپن کے دوست احباب اور پرانے واقف کار اس وقت تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن ہیں۔ اور یہ سبھی خیر خواہی کے جذبے سے مغلوب ہو کر اس مقصد کیلئے کوشاں رہتے ہیں کہ راقم بھی ان کی طرح جماعت میں شمولیت کا اعلان کر کے ان کے نام نہاد علماء سے فلاح دارین کی ضمانت حاصل کر

لے۔ لیکن چونکہ میرا یہ پختہ یقین ہے کہ میرے احباب واعزّہ نے اپنے لئے جس راستے کا انتخاب کیا ہے، وہ راستہ حقیقی منزل کے عین مخالف ہے۔ اس لئے جب بھی موقع ملے ان کو نصیحت کرنے میں راقم کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ اکابر پرستی کے ماحول میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے میرے ان پیاروں کا مزاج کچھ اس طرح کا ہو گیا ہے کہ زبانی نصیحت ان پر اثر ہی نہیں کرتی اور بات سنی ان سنی کر کے اپنا وہی پرانا راگ الاپنے لگتے ہیں کہ ”بس آپ ایک مرتبہ ہمارے ساتھ دورے پر نکلیں (یہ دورہ کم سے کم تین دن کا اور زیادہ سے زیادہ ساری عمر پر بھی محیط ہو سکتا ہے) ہم آپ کی ہر بات مانیں گے“ چنانچہ بار بار کے تجربے سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ ان کو سمجھانا بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے۔ یہ ہیں وہ حالات جن سے راقم ایک مدت سے دوچار ہے۔ اس عرصے میں ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ولولہ انگیز تحریر بھی بارہا نظر سے گزری کہ

”زبان کے ساتھ ہمارے پیش نظر قلم کی طاقت بھی ہے اور اسے بھی ہم اللہ کے دین کے معاملے میں استعمال کرنا چاہتے ہیں، عقائد کی صفائی، عبادات کی تعلیم، اخلاق کی درستگی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی بجا آوری کے لئے ہم قلم کو بڑا اور مؤثر ذریعہ سمجھتے ہیں“ .... (دعوت الی اللہ: ص ۱۰)

چنانچہ قلم کی اہمیت اور طاقت کے پیش نظر ماضی میں کئی بار ارادہ کیا کہ قلم اور کاغذ ہاتھوں میں لے کر بیٹھ جاؤں اور قرآن وسنت کو بالائے طاق رکھ کر بزرگوں کے فرامین اور ارشادات کو اپنے دین وایمان کی بنیاد بنانے والی اس مخلوق پر واضح کر دوں کہ ان کے عقائد ونظریات اسلامی عقیدے کے منافی ہیں، اور یہ کہ دوسروں کی اصلاح کے غم میں ہلکان ہونے کی بجائے انہیں اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن ہر بار یہ سوچ کر اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا کہ جو حضرات بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے کی عمر تک اس جماعت کے ساتھ چلے آ رہے ہیں، اور تبلیغی نصاب کے حوالے سے بزرگوں کے جھوٹے قصے سنتے سنتے جن کے ابرو اور سر کے بال سفید ہو چکے ہیں ان پر میری سو پچاس صفحات پر مشتمل کسی تحریر کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوگا اور میری زبانِ قلم سے ان لوگوں کی فکر ونظر اور طرزِ حیات میں کوئی انقلاب برپا نہیں ہوگا۔

اللہ بھلا کرے اپنے عمر رسیدہ ساتھی جناب نصیر الدین صاحب (ساکن تھوہا محرم خان، تلہ گنگ) کا، جن کی ذرا سی جنبش لب نے میرے اس ارادے کو جسے عرصہ دراز سے میں نے زیرِ التوا رکھا ہوا تھا، میرے ذہن میں پختہ کر دیا۔ ہوا یوں کہ تین یا چار ماہ قبل مسجد توحید (صدر راولپنڈی) میں صلوٰۃ الجمعہ کے بعد ملاقات ہوئی تو انہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کے سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے پرزور الفاظ میں مطالبہ کیا کہ تبلیغی نصاب کا جائزہ لیجئے، یہ ہماری اشد ضرورت ہے۔ لیکن موصوف کے ایما پر تصنیف وتالیف کا آغاز کیا تو احساس ہوا کہ تبلیغی جماعت کی تمام تر سرگرمیوں کا انحصار عہدِ ماضی کے نامور مصنف محمد زکریا کاندھلوی صاحب کی کتابوں پر ہے۔ اور یہ کہ اس جماعت کے علماء خود کو وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ (انبیاءؑ کے وارث) ثابت کرنے کی بجائے زکریا صاحب کی میراثِ علم پر نازاں ہیں۔ اور موصوف کے نوکِ قلم سے صفحہ قرطاس پر مرتسم ہونے والے ایک ایک حرف کو بلاکم وکاست آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا اہتمام کر رہے ہیں۔ اور ہر سال زکریا صاحب کی کتابیں لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے خوب مال کما رہے ہیں۔ بایں سبب صرف تبلیغی نصاب (فضائل اعمال وفضائل صدقات) کا جائزہ ادھوری سی بات ہے۔ لہٰذا میں نے نقد ونظر کیلئے زکریا صاحب کے چار فن پاروں (فضائلِ اعمال، فضائل صدقات، فضائل حج اور فضائل درود) کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے پہلے بھی کئی اہل قلم اپنے اپنے مسلک کی روشنی میں زکریا صاحب کی کتابوں بالخصوص تبلیغی نصاب کا ناقدانہ جائزہ لے چکے ہیں۔ لیکن اپنا مسلک چونکہ اسلام ہے۔ اس لئے قارئین میری اس کاوش کو اس سے پہلے منظرِ عام پر آنے والی تمام تصانیف سے مختلف پائیں گے۔

قارئین جیسا کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ دینِ اسلام کے دو مآخذ ہیں۔

اوّل قرآن کریم، دوم صحیح احادیث۔ علیٰ ھٰذا القیاس آئندہ صفحات میں جو مباحث چھیڑے جا رہے ہیں ان کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ زکریا صاحب کی متذکرۃ الصدر کتبِ اربعہ جو کہ تبلیغی جماعت کے اندر بے حد مقبول ہیں، کے چیدہ چیدہ اقتباسات مکمل حوالہ جات کے ساتھ موزوں سرخیوں کے تحت

نقل کئے جائیں گے۔ اور پھر ہر اقتباس کو قرآن کریم کی محکم آیات اور احادیثِ صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھ کر ثابت کیا جائے گا کہ یہ بات غلط ہے، جھوٹ ہے، افترا ہے، شرک ہے، بدعت ہے۔ یقین مانیئے اس طرزِ تحریر اور تنقید سے راقم کا مقصد ومدّعا کسی کی دل آزاری ہرگز نہیں بلکہ بھولی بھٹکی مخلوق کی اصلاح اور خالق کی رضا مطلوب ہے۔

راقم نے یہ مقولہ بھی سن رکھا ہے کہ "اپنے عقیدے کو چھوڑو نہیں اور کسی کے عقیدے کو چھیڑو نہیں"، لیکن مجبوری یہ ہے کہ مذکورہ کتابوں میں ہمارے عقیدے (اسلامی عقیدے) کو بار بار چھیڑا گیا ہے۔ فضائل کے سلسلے کی چاروں کتابوں کا صفحہ صفحہ اور سطر سطر اس بات پر شاہد ہے۔ چنانچہ اسلام کا داعی ہونے کی حیثیت سے اسلامی عقیدے کا دفاع راقم اپنا فرض تصور کرتا ہے۔ نیز اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ راقم نے کتاب کے سرورق پر اپنا نام و پتہ نام ونمود کیلئے نہیں بلکہ محض اپنی شناخت کیلئے درج کیا ہے تاکہ زیرِ نظر تالیف کے حوالے سے کوئی صاحب مکالمہ کرنا چاہے تو اسے راقم سے رابطہ کرنے میں مشکل پیش نہ آئے۔

ادارہ

محمد منیر

اسلام سچا دین ہے

تبلیغی جماعت کی کتابوں پر تبصرہ شروع کرنے سے پہلے ہم تبلیغی بھائیوں کو اسلام کی اس خوبی سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام سچا دین ہے اس دین کا دارومدار ہندومت کی طرح دیومالائی داستانوں پر نہیں بلکہ قرآن کی محکم آیات اور صحیح احادیث پر ہے یہ دین اپنے ماننے والوں کو سچائی اور راست بازی کی تعلیم دیتا ہے اور اللہ کی سچی کتاب اہل ایمان کا ذکر 'الصادقین' کے لقب سے کرتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَلصَّابِرِیْنَ وَالصَّادِقِیْنَ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿آل عمران:۱۷﴾

یعنی (ایمان والے) صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور اوقات سحر میں بخشش مانگنے والے ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس کاذبین (جھوٹوں) کے بارے میں اللہ کی سچی کتاب نے جس زبان میں کلام کیا ہے اسکو سن کر اللہ سے ڈرنے والوں کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿ال عمران : ۶۱﴾

اب علم آجانے کے بعد بھی اگر کوئی آپ سے اس معاملہ میں حجت کرے تو کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم بھی آؤ پھر دونوں فریق (اللہ سے) التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

بھیجیں۔

اسی طرح اللہ کے آخری رسول ﷺ نے منافق کی جو علامات بیان فرمائی ہیں ان میں ایک جھوٹ بولنا بھی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق)

منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کہے جھوٹ کہے، اور جب وعدہ کرے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت (رکھی جائے تو) خیانت کرے۔

سورۃ آل عمران کی درج بالا آیت اور صحیح بخاری کی اس حدیث کے حوالے سے ہمارا مقصد کسی پر فتویٰ لگانا نہیں ہے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے یہ ارشادات آپ کی معلومات کے لیے نقل کیے گئے ہیں۔ اگر آپ ان کو ذہن میں رکھیں گے تو آئندہ مباحث کو سمجھنے میں آسانی رہے گی۔ جہاں تک فیصلے کی بات ہے تو یہ کام تو آپ کو خود ہی کرنا ہے۔

فضائل اعمال

''شیخ الحدیث'' مولوی محمد زکریا صاحب کاندھلوی کے خونِ جگر سے لکھی ہوئی یہ کتاب تبلیغی نصاب کے طور پر مشہور ہے۔ تبلیغ کے لیے یہ کتاب کس قدر مفید اور کارآمد ہے اور اس میں قرآن وحدیث کے خلاف کیا کچھ مواد جمع کیا گیا ہے، یہ تفصیل آئندہ سطور میں آپ کے سامنے آرہی ہے ہمیں جو کتاب دستیاب ہوئی ہے وہ کتب خانہ فیضی لاہور کی مطبوعہ، سات سو اٹھائیس (۷۲۸) صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے جسے پانچ بڑے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل	حکایات صحابہ
باب دوم	فضائل ذکر (قرآن)
باب سوم	فضائل نماز
باب چہارم	فضائل ذکر
باب پنجم	فضائل تبلیغ

کتاب کے ابتدائیہ میں ''شیخ الحدیث'' صاحب نے ان حالات پر روشنی ڈالی ہے جو اس کتاب کی تصنیف کا محرک بنے۔ اس ضمن میں فضائل اعمال کے ابتدائیہ سے چند سطور ذیل میں نقل کی جارہی ہیں۔ تبلیغی بھائی چشمِ عبرت سے دیکھیں اور سوچیں کہ جس کتاب کو تبلیغی جماعت میں اللہ کی سچی کتاب قرآن حکیم سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے اور جس کے بارے میں تبلیغی بھائیوں کا خیال ہے کہ ''یہ کتاب قرآن کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے'' کس حال میں لکھی گئی۔

فضائل اعمال کس حال میں لکھی گئی

شیخ الحدیث صاحب رقمطراز ہیں کہ ''صفر ۱۳۵۷ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لیے دماغی کام سے روک دیا گیا تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گذاردوں کہ اگر یہ اوراق پسندِ خاطر نہ ہوئے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو بہترین اور بابرکت مشغلے میں گذر ہی جائیں گے''۔ (فضائل اعمال صفحہ ۸)

اس اقتباس کو پڑھ کر تبلیغی بھائیوں پر روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہوگئی ہوگی کہ جس کتاب کو انہوں نے تبلیغی نصاب کا نام دیا ہوا ہے اور جسے مساجد کے اندر ٹولیوں کی شکل میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور دوسروں کو سناتے ہیں۔ وہ کتاب شیخ الحدیث نے ذہنی مرض کی حالت میں لکھی ہے اب اس کتاب کے حوالے سے ہمارے نوکِ قلم سے جو تصویر آئندہ صفحات میں آپ کے سامنے آنے والی ہے اسے دیکھ کر ہر باشعور انسان یہی آرزو کرے گا کہ اے کاش ''شیخ الحدیث صاحب'' اپنے معالج کے مشورے ہی پر عمل کرتے اور دماغی عارضے کی حالت میں تالیف وتصنیف جیسے اعصاب شکن کام سے اجتناب کرتے!

''شیخ الحدیث صاحب'' کے والد محترم کی کھانی شیخ صاحب کی زبانی

فضائل صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے باب میں ''شیخ الحدیث صاحب'' نے جہاں حسین ؓ کے بچپن کے حالات وواقعات قلم بند کئے ہیں وہاں سلسلۂ بیان کے آخر میں اپنے والد محترم کے بچپن کی کہانی بھی لکھ دی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے...... لکھتے ہیں ''میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی بارہا سنا ہے اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سُنا ہے کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ کا جب دُودھ چھڑایا گیا تو پاؤ پارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا۔ اور وہ اپنے والد یعنی میرے دادا صاحب سے مخفی فارسی کا بھی معتد بہ حصہ بوستان، سکندر نامہ وغیرہ پڑھ چکے تھے۔ فرمایا کرتے کہ میرے والد صاحب نے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد یہ ارشاد فرمایا دیا تھا کہ ایک قرآن شریف روزانہ پڑھ لیا کرو باقی تمام دن چھٹی۔ میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز کے بعد مکان کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا اور چھ سات گھنٹہ میں قرآن شریف پورا کر کے دوپہر کو روٹی کھاتا ....(فضائل اعمال صفحہ ۱۸۰)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ .... ﴿البقرۃ : ۲۳۳﴾

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دُودھ پلائیں۔

قرآن کے اس حکم کی رُو سے عموماً بچے کا دُودھ دوسال کی عمر میں ہی چھڑایا جاتا ہے۔اور ہم سب کا مشاہدہ ہے کہ دوسال کا بچہ اپنی مادری زبان کے الفاظ بھی بخوبی ادا نہیں کر پاتا، قرآن کا پاؤ پارہ حفظ کرنا تو بہت دُور کی بات ہے! اور سات سال کے بچے کا حافظِ قرآن ہونا بھی ناممکنات میں سے ہے اور ''شیخ الحدیث صاحب'' اپنے والدِ محترم کی یہ شان بیان فرمارہے ہیں کہ انہوں نے سات سال کی عمر میں نہ صرف قرآن حفظ کرلیا تھا بلکہ بوستان اور سکندرنامہ بھی پڑھ لیا تھا عقل وخرد سے بالاتر ہے یہ اور بات ہے کہ اسی عنوان کے تحت حسین ؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی عمر نبی ﷺ کی وفات پر چھ سال کی تھی اور چھ سال کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ کرسکتا ہے پھر چند سطر آگے جا کر اپنے والد صاحب کے بارے میں متضاد بات بیان کرنا بڑا ہی تعجب خیز ہے۔کیا ان پر یہ مثل صادق نہیں آتی کہ ''دروغ گورا حافظہ نہ باشد''۔

تبلیغی بھائیو! آپ اس کہانی کو امرِ واقعہ مانتے ہیں تو مانتے رہیں لیکن کوئی باشعور آدمی قطعاً اس کو باور نہیں کرسکتا اور پھر ''شیخ الحدیث صاحب'' کے والدِ محترم کی یہ شان بھی ملاحظہ فرمایئے کہ وہ روزانہ چھ سات گھنٹے میں قرآن ختم کرلیتے تھے۔ جبکہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ ''نبی ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ کو سات راتوں میں قرآن ختم کرنے کا حکم دیا۔امام بخاری کہتے ہیں کہ بعض راویوں نے اس حدیث کو یوں بیان کیا ہے کہ (نبی ﷺ نے فرمایا) اچھا تین یا پانچ راتوں میں ایک قرآن ختم کرلیا کرو۔لیکن اکثر راویوں نے یوں بیان کیا ہے کہ سات راتوں میں ایک قرآن ختم کیا کرو'' (بخاری کتاب فضائل قرآن)۔اور بخاری کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ سات راتوں میں ختم کیا کر اس سے زیادہ مت پڑھ (بخاری کتاب فضائل القرآن)۔لہٰذا ان احادیث کی روشنی میں یہ کیوں نہ کہا جائے کہ یہ کہانی جو ''شیخ الحدیث صاحب نے'' اپنے والد صاحب کی شان میں بیان کی ہے ان کی کم علمی ہی پر دلالت کرتی ہے! خود ہی سوچیے کہ یہ ناقابلِ اعتبار کہانی دین کے لیے کس قدر مضر ہے۔نیز اسی کتاب کے ابتدائی اوراق میں صحابہ رضوان اللہ اجمعین کی نماز کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ عثمان ؓ ساری رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے۔یہ بھی

صحابی پر صریح الزام ہے گویا کہ وہ نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے!

عبداللہ بن زبیر ؓ پر نبی ﷺ کے خون پینے کا الزام

''شیخ الحدیث صاحب'' رقمطراز ہیں کہ ''حضورِ اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ سینگیاں لگوائیں اور جو خون نکلا وہ عبداللہ بن زبیر ؓ کو دیا کہ اس کو کہیں دبادیں۔وہ گئے اور آکر عرض کیا کہ دبادیا۔حضور نے دریافت فرمایا کہاں؟ عرض کیا میں نے پی لیا۔حضور نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی......'' (فضائل اعمال : ۱۸۸)

یہ قصہ خمیس نامی کسی کتاب کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے حدیث کی معتبر کتابوں میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔یہ اس کے جھوٹا ہونے کی پہلی دلیل ہے۔دوسری دلیل اس قصہ کے جھوٹا ہونے کی یہ ہے کہ اس کا مضمون قرآن کے خلاف ہے۔قرآن کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ (النحل : ۱۱۵)

بے شک اس نے تم پر حرام کیا ہے مُردار (کھانا) اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

یہ آیت قرآن میں دیگر تین مقامات پر الفاظ کے فرق کے ساتھ موجود ہے۔دیکھئے...... البقرہ:۱۷۳، المائدہ:۳، الانعام:۱۴۵۔اس آیت میں جن چیزوں کی حرمت بیان کی گئی ہے ان میں خون بھی شامل ہے۔لہٰذا یہ کیونکر ممکن ہے کہ جس چیز کو اللہ کی کتاب میں واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہو عبداللہ بن زبیر ؓ جیسا سمجھدار صحابی اسے متبرک جان کر پی جائے اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ نبی ﷺ ان کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

نبی ﷺ کے فضلات، پاخانہ، پیشاب وغیرہ کے متعلق ''شیخ الحدیث صاحب'' کا فتویٰ

درج بالا قصہ نقل کرنے کے بعد ''شیخ الحدیث صاحب'' لکھتے ہیں کہ ''حضور کے فضلات، پاخانہ، پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں'' (فضائل اعمال : ۱۸۸)۔

"شیخ الحدیث صاحب" کے اس فتوے میں اشکال ہی اشکال ہیں کیونکہ اس بات کی کوئی علمی دلیل نہیں ہے اور علم کے بغیر فتویٰ دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ جیسا کہ سنن ابی داود کی درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

عن ابی هریره قال قال رسول ﷺ مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُہٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاہُ (سنن ابی داود: کتاب العلم)

ابوھریرہ ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

تبلیغی بھائیوں کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان کے "شیخ الحدیث صاحب" کس پائے کے عالم تھے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا۔

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿المدثر : ۴﴾

اے نبی ﷺ آپ اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کیجئے۔

دین کی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی قرآن کی اس آیت کے حوالے سے یہی سوچے گا کہ اگر نبی ﷺ کا پیشاب، پاخانہ وغیرہ پاک اور طیب اشیا کی فہرست میں شامل ہوتا تو اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر آپ ﷺ کو کپڑے وغیرہ پاک رکھنے کا حکم ہی کیوں دیتا، نیز حدیث کا طالب علم اور سنتِ رسول ﷺ سے آشنا ہر شخص بھی یہی سوچے گا کہ اگر واقعی نبی ﷺ کا پاخانہ اور پیشاب وغیرہ پاک تھا تو آپ ﷺ رفع حاجت کے بعد استنجا کیوں کیا کرتے تھے اور صلوٰۃ (نماز) کے لیے وضو اور ناپاکی میں غسل کا اہتمام کیوں فرمایا کرتے تھے۔ ابوھریرہ ؓ کی ایک روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ایک مرتبہ اقامۃ الصلوٰۃ ہونے اور صفیں دُرست ہونے کے بعد نبی ﷺ کو اپنے مصلّی پر کھڑے ہوئے یاد آیا کہ آپ کو غسل کی ضرورت ہے چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے وہیں ٹھہرنے کے لیے کہہ کر آپ واپس چلے گئے اور غسل کر کے تشریف لائے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، پھر آپ نے تکبیر تحریمہ کہی اور جماعت کرائی (بخاری کتاب الغسل)

یہ بات غور طلب ہے کہ اگر نبی ﷺ کا بول وبراز سب پاک تھے تو پھر آپ کو وضو اور غسل کی

حاجت کیا تھی؟

تبلیغی بھائیو! ہم جب یہ سوچتے ہیں کہ غیر مسلم محققین "شیخ الحدیث صاحب" کا یہ بیان پڑھ کر دین اسلام کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہوں گے تو اس کے تصور ہی سے ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے "شیخ الحدیث صاحب" نے یہ الفاظ لکھ کر کہ "نبی ﷺ کے فضلات، پاخانہ اور پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں" اپنی جماعت کے افراد کو بھی سر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ چند ماہ پہلے کا واقعہ ہے ایک دعوتِ طعام کے سلسلے میں کچھ اعزہ غریب خانے پر جمع تھے۔ باتوں باتوں میں تبلیغی جماعت اور اس کے نصاب پر بحث چھڑ گئی۔ میں نے الماری سے فضائل اعمال نکالی اور "شیخ الحدیث صاحب" کے یہ الفاظ کہ (نبی ﷺ کے فضلات، پیشاب، اور پاخانہ وغیرہ سب پاک ہیں) سب کو پڑھ کر سنا دیے۔ ایک تبلیغی بھائی جو تمام حاضرینِ مجلس کی گفتار کا نشانہ بنے ہوئے تھے یہ سن کر خجالت سے بغلیں جھانکنے لگے اور پھر اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے گویا ہوئے اس کتاب میں قرآن وحدیث کی باتیں بھی تو لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے ان کی نفسیات کو بھانپتے ہوئے عرض کیا بتائے دُودھ سے لبالب ایک گلاس میں پیشاب کا صرف ایک قطرہ ڈال دیا جائے تو کیا آپ اسے منہ لگانا پسند کریں گے۔ اس غیر متوقع سوال پر وہ پسینہ پسینہ ہو گئے اور زیرِ لب منمناتے ہوئے چلے گئے۔

اسی طرح ایک واقعہ ڈیڑھ دو برس پہلے کا ہے کہ محلے میں واقع تبلیغی جماعت کے مدرسہ سے دو مولوی صاحبان بن بلائے میرے پاس آ گئے اور بحث شروع کر دی۔ میں نے ان سے "شیخ الحدیث صاحب" کے اسی قول (نبی ﷺ کے فضلات، پاخانہ اور پیشاب سب پاک ہیں) کے بارے میں استفسار کیا تو وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ اس وقت میری زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آ گئے کہ جس جماعت کے نظریات اس قدر گندے اور ناپاک ہیں اس سے اللہ کی پناہ الحمدللہ مولوی صاحبان نے خندہ پیشانی کے ساتھ میرے یہ الفاظ سنے اور پھر خاموشی سے واپس تشریف لے گئے۔ اس دن کے بعد پھر ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔

مالک بن سنان ؓ پر نبی ﷺ کے خون پینے کا الزام

یہ الزام قرۃ العیون نامی کتاب کے حوالے سے "شیخ الحدیث صاحب" نے لگایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ "اُحد کی لڑائی میں جب نبی ﷺ کے چہرہ انور یا سر مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے تو ابو بکر صدیق ؓ دوڑتے ہوئے آگے بڑھے اور دوسری جانب سے ابو عبیدہ ؓ دوڑے اور آگے بڑھ کر خود کے حلقے دانت سے کھینچنا شروع کیے۔ ایک حلقہ نکالا جس سے ایک دانت ابو عبیدہ ؓ کا ٹوٹ گیا، اس کی پرواہ نہ کی۔ دوسرا حلقہ کھینچا جس سے دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ ہی لیا۔ ان حلقوں کے نکلنے سے حضور ﷺ کے پاک جسم سے خون نکلنے لگا۔ تو ابو سعید خدری ؓ کے والد ماجد مالک ؓ بن سنان نے اپنے لبوں سے اس خون کو چوس لیا اور نگل لیا۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے خون میں میرا خون ملا ہے اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی" (فضائل اعمال : ۱۸۸،۱۸۹)۔

یہ تو ہوا قصہ، اب اصل واقعہ ہم تبلیغی بھائیوں کی عبرت کے لیے ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں صحابی رسول سہل بن سعد ساعدی ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سر پر خود توڑا گیا اور آپ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا اور سامنے کے چار دانتوں میں سے ایک دانت ٹوٹ گیا تو علی ؓ ڈھال میں پانی لاتے تھے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے منہ پر سے خون دھو رہی تھیں۔ جب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ پانی سے خون اور بڑھتا جا رہا ہے تو انہوں نے بوریے کا ایک ٹکڑا جلا کر آپ ﷺ کے منہ پر چپکایا اسی وقت خون بند ہو گیا"۔

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، و کتاب الطب)

یہ حدیث امام بخاریؒ نے غزوۂ اُحد کے سلسلۂ واقعات میں کتاب المغازی میں بھی نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غزوۂ اُحد کے تعلق سے اصل واقعہ یہی ہے۔ تبلیغی بھائی آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ اس واقعہ میں مالک بن سنان ؓ کا نام تک نہیں ہے خون پینا تو دُور کی بات ہے لیکن ایک جھوٹے قصے کی بنیاد پر "شیخ الحدیث صاحب" نے اصل واقعے سے صرف نظر کر کے اُن پر اتنا بڑا الزام لگایا ہے کہ کوئی صاحبِ ایمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ صحیح بخاری کی محولہ بالا حدیث بارہا "شیخ الحدیث صاحب" کی عقابی نظر سے گذری ہو گی لیکن اس حدیث میں چونکہ نبی ﷺ کے خون کی

حِلّت کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس لیے موصوف نے اسے بیکار سمجھ کر نظر انداز کر دیا یا پھر دماغی بیماری کی وجہ سے انہیں جھوٹے قصے بیان کرنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ یہاں ایک مرتبہ پھر ہم اپنے یہ الفاظ دہرانا چاہتے ہیں کہ اے کاش "شیخ الحدیث صاحب" نے اپنے معالج کی ہدایت پر عمل کیا ہوتا اور دماغی عارضے میں تصنیف و تالیف جیسے اعصاب شکن کام سے اجتناب کیا ہوتا!

ایک جھوٹا دعویٰ کہ احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی

فضائل قرآن کے باب میں "شیخ الحدیث صاحب" نے کسی حوالے کے بغیر احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں کہ "امام احمد بن حنبل" کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب حاصل ہو کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے؟ ارشاد ہوا سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے دونوں طرح موجب تقرب ہے" (فضائل اعمال : ۲۴۱)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿الانعام : ۱۰۳﴾

نگاہیں اُس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے اور وہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔

یہ اصول اس قدر اٹل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی بھی اللہ تعالیٰ شانہ سے ہمکلامی اور والہانہ استدعا کے باوجود زیارتِ الٰہی کی نعمت سے محروم رہے جیسا کہ قرآن حکیم کی درج ذیل آیت سے واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿الاعراف : ۱۴۳﴾

اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے ربّ نے ان سے باتیں کیں تو کہنے لگے اے میرے ربّ مجھے اپنا دیدار کرادے کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تو مجھے دیکھ لے گا۔ جب ان کے ربّ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگے تو پاک ہے۔ میں تیرے آگے توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہوں۔

اور نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں صحیح بخاری کی یہ روایت ملاحظہ فرمایئے ”مسروق (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا اے اماں! بتائیے کیا محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا تیری اس بات پر تو میرے بدن کے روئیں کھڑے ہو گئے ہیں۔ تین باتیں کیا تو نہیں سمجھ سکتا کہ جو ان کا ہونا بیان کرے وہ جھوٹا ہے جو کوئی تجھ سے کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ آیت پڑھی:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

(صحیح بخاری کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ النجم ملخصا)۔

اب اگر تبلیغی جماعت کے کوئی علامہ صاحب قرآن کی درج بالا محکم آیات اور بخاری کی صحیح حدیث کو ہرانے اور جھٹلانے کے لیے احمد بن حنبل کے قول کی یہ تاویل کریں کہ موصوف نے بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں زیارتِ الٰہی کے شرف سے مشرف ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو ان کی یہ تاویل اس وجہ سے قابل رد ہے کہ ”لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَار“ میں استثنا نہیں ہے۔ یعنی دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ کوئی انسان خواہ وہ اللہ کا کوئی برگزیدہ رسول ہی کیوں نہ ہو دنیا میں اللہ جل شانہ کی زیارت نہیں کر سکتا نہ بیداری کی حالت میں اور نہ ہی خواب میں۔

تبلیغی بھائیو! ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی مشہور کیوں نہ ہو، قرآن وحدیث کے واضح احکام کے خلاف کوئی بات کرے تو اس کی بات کو اٹھا کر دیوار کے ساتھ دے مارو۔

اب آپ اپنے ہی ضمیر سے پوچھیں کہ کیا ”شیخ الحدیث صاحب“ نے فضائل اعمال میں احمد بن حنبل کا یہ

قول کہ ”میں نے حق تعالیٰ شانہ کی خواب میں زیارت کی“ نقل کر کے ایمان کی دھجیاں نہیں اڑائی ہیں؟

صلوٰۃ (نماز) قضا کرنے کی سزا

شیخ الحدیث صاحب نے اس مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند نہیں بتائی۔ یہاں تک کہ اس صحابی کا نام بھی نہیں بتایا جس نے یہ روایت نبی ﷺ سے سنی ہو۔ انداز بیان ایسا ہے گویا کوئی قصہ بیان کر رہے ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں ”حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی (۸۰) برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے) ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی (۲۸۸۰۰،۰۰۰)“۔ (فضائل اعمال: ۳۳۰)۔

اس کا حوالہ یوں لکھا ہے؛

”كذافي مجالس الابرار قلت لم اجده فيما عندي من كتب الحديث الاان مجالس الابرار مدحه شيخ مشائخنا الشاه عبدالعزيز دهلوى......“ (فضائل اعمال: ۳۳۰)

یعنی ”جس طرح مجالس الابرار نامی کتاب میں ہے۔ میں (محمد زکریا) کہتا ہوں یہ روایت میرے پاس جو حدیث کی کتابیں موجود ہیں، میں نے ان کے اندر نہیں دیکھی ماسوائے مجالس الابرار کے۔ اس روایت کی ہمارے شیخ المشائخ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تعریف کی ہے“۔

تاہم یہ صحیح ہے کیونکہ ”ہمارے شیخ المشائخ شاہ عبدالعزیز نے اس کی تعریف کی ہے“۔ حدیث کی صحت کو پرکھنے کا یہ طریقہ پہلی مرتبہ ہمارے علم میں آیا ہے۔ یہ طریقہ اپنانے کے بعد صحاح اور غیر صحاح میں موجود کسی حدیث پر کلام کرنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ ہر موضوع اور منکر حدیث کی کسی نہ کسی ”شیخ المشائخ“ نے تعریف وتحسین ضرور کی ہے۔ اہل علم اگر ”شیخ الحدیث صاحب“ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل شروع کر دیں تو اپنا بہت سا قیمتی وقت بچا سکتے ہیں اور احادیث کی تحقیق

کے لیے انہیں کتبِ رجال کی ورق گردانی کی ضرورت درپیش نہیں ہوگی۔

موصوف نے درج بالا روایت کی روشنی میں صلوٰۃ (نماز) قضا کرنے والے کی جو سزا بتائی ہے اس کے اثبات میں ایک قصہ بھی نقل کیا ہے. لکھتے ہیں ''ابن حجر نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہوگیا تھا۔ اس کا بھائی دفن میں شریک تھا۔ اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اس وقت خیال نہیں آیا۔ بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا۔ چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ بات کیا ہے۔ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی''۔ (فضائل اعمال: ۳۳۱، ۳۳۲)

مذکورہ روایت کی طرح یہ قصہ بھی بظاہر نہایت عبرت آموز معلوم ہوتا ہے لیکن جھوٹ جھوٹ ہی ہوتا ہے اور چھپائے نہیں چھپتا۔ سوال یہ ہے کہ مرنے والی عورت کا پیارا بھائی وہ تھیلی جو یقیناً درہم و دینار ہی سے بھری ہوگی، قبر پر کس لیے لے کر گیا تھا۔ اور جب تھیلی گرتے وقت اسے نظر نہیں آئی تو بعد میں کس طرح یاد آیا کہ تھیلی قبر ہی میں گری ہے۔ اور پھر یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ بھائی تو بہن کی قبر میں آگ کے شعلے دیکھ کر روتا ہوا گھر واپس آیا۔ لیکن یہ ماجرا اس نے ماں کو سنایا تو اس پر کوئی اثر ہی نہ ہوا اور صرف اتنا کہہ کر اس نے بیٹے کو مطمئن کر دیا کہ ''وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی'' اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ یہ واقعہ جس سے ارضی قبر کے اندر عذاب کا ہونا ثابت کیا گیا ہے قرآن کی جملہ تعلیمات کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ جس شخص کو عذاب دینا مقصود ہو موت کے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہی اسے یہ مژدہ سنا دیتے ہیں کہ

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿النحل : ۲۹﴾

پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اس میں رہو گے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ برا ہے۔

صحیح احادیث سے بھی یہی چیز ثابت ہے۔ جیسا کہ بخاری نے عمران بن حصین ﷛ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ''نبی ﷺ نے فرمایا میں نے جنت کو جھانک کر دیکھا تو ان لوگوں کو زیادہ پایا جو (دنیا میں) محتاج تھے اور دوزخ کو جھانک کر دیکھا تو وہاں عورتیں بہت پائیں''۔ (بخاری؛ کتاب بدء الخلق)

عبداللہ بن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ ''نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم کی آگ میں داخل ہوئی۔ اس نے کیا کیا، بلی کو باندھ دیا۔ نہ تو اس کو کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی''۔ (بخاری؛ کتاب بدء الخلق)۔

ابوھریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''میں نے عمرو بن عامر بن لحی الخزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی انتڑیاں جہنم کی آگ میں کھینچ رہا تھا۔ اسی نے سب سے پہلے سائبہ (غیر اللہ کے نام پر اونٹ چھوڑنے کی رسم نکالی''، (بخاری، کتاب المناقب، باب قصہ خزاعۃ)۔

یہ ارشادات نبی ﷺ کے عینی مشاہدے پر مبنی ہیں یعنی ان احادیث میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے انہیں نبی ﷺ نے اپنی آنکھوں سے جہنم کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھا ہے اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ علیٰ ھذا القیاس کہنا پڑے گا کہ قصہ مذکورہ میں یہ جو بتایا گیا ہے کہ بھائی نے تھیلی نکالنے کی غرض سے بہن کی قبر کھولی تو وہ آگ کے شعلوں سے بھری ہوئی تھی، نرا جھوٹ ہے۔ اس کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) گنا زیادہ گرم ہے۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق) اور زمین کے چپے چپے پر کفار و مشرکین و منافقین کی قبریں ہیں۔ چنانچہ جہنم کی آگ اگر اپنی حدود سے تجاوز کر کے ارضی قبروں کے اندر تک پھیلی گئی ہوتی تو یہ کرہِ ارض کب کا راکھ ہو کر خلا میں بکھر گیا ہوتا۔ نیز یہ بات بھی یاد رہے کہ ''نبی ﷺ نے غزوہ احزاب کے موقع پر کافروں کو بد دعا دی کہ انھوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج غائب ہوگیا'' (بخاری کتاب التفسیر) اب آپ اس معاملے میں کیا فیصلہ کریں گے......؟ ہماری اس بحث کا مقصد صلوٰۃ (نماز) قضا کرنے والوں کی حمایت اور حوصلہ افزائی کرنا نہیں ہے بلکہ یہ سمجھانا مقصود ہے کہ تبلیغ کے لیے جھوٹی روایات اور حکایات کا سہارا لینا خود بہت بڑا جرم ہے اور یہ کہ اس مقصد کے لیے قرآن و حدیث کی نصوص کافی ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿النساء : ۱۰۳﴾

بے شک صلوٰۃ (نماز) مومنوں پر اوقاتِ مقرر میں ادا کرنا فرض ہے۔

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿الروم : ۳۱﴾

اسی کی طرف رجوع کیے رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور صلوٰۃ (نماز) ادا کرتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا۔

ان واضح احکام کی موجودگی میں کوئی بندۂ مومن قصداً صلوٰۃ قضا نہیں کرسکتا الا یہ کہ کوئی شرعی عذر مانع ہو۔ البتہ جن لوگوں کے ایمان میں کھوٹ ہوتی ہے اور جو اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ روزِ محشر نبی ﷺ یا کسی ولی کے وسیلے سے جہنم کی آگ سے نجات مل جائے گی وہی دانستہ صلوٰۃ قضا کرتے ہیں بلکہ بعض لوگ اپنے عقیدے میں اس قدر متشدّد اور آخرت کی بازپرس سے اتنے نڈر ہوتے ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں بھی حاضر نہیں ہوتے۔ اندریں حالات ضرورت اس امر کی تھی کہ "شیخ الحدیث صاحب" اپنے قارئین کے عقیدے کی اصلاح کی فکر کرتے اور فضائل اعمال سے پہلے ایمان کی اہمیت کے عنوان سے کوئی کتاب لکھتے!

ایک بزرگ کا حالتِ صلوٰۃ میں پاؤں کاٹ لیا گیا اور انھیں خبر بھی نہ ہوئی

شیخ الحدیث صاحب رقمطراز ہیں کہ "ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں ایک پھوڑا نکل آیا۔ طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ، جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ان کو خبر بھی نہ ہوئی"۔ (فضائل اعمال: ۳۵۹)

اس قدر کھلے جھوٹ پر تبصرہ کرنے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ لیکن اکابر پرستی کے مرض میں مبتلا ہو کر جو لوگ سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کرسکتے ان کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ یہ واقعہ اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جب یہ فرض کرلیا جائے کہ اس بزرگ کے پاؤں لکڑی یا ربڑ کے بنے ہوئے تھے۔ ورنہ گوشت پوست کے انسان کا حوصلہ تو اتنا ہی ہے کہ حالتِ صلوٰۃ میں ایک ننھی سی چیونٹی بھی اس کے پاؤں کو کاٹ لے تو وہ تلملا اٹھتا ہے۔ اور اس کے لیے اپنا توازن برقرار رکھنا اور اپنے پاؤں پر کھڑا رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔

ایک سید صاحب کا بارہ (۱۲) دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں ادا کرنا

امید ہے کہ یہ قصہ پڑھ کر بے ساختہ آپ کے ہاتھ آپ کے کانوں کی طرف اٹھ جائیں گے اور آپ توبہ توبہ کرنے لگیں گے کیونکہ اتنا بڑا جھوٹ آپ نے اس سے پہلے سنا ہی نہ ہوگا۔ سنئے، شیخ الحدیث صاحب بیان کرتے ہیں کہ "ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں۔ اور پندرہ برس تک مسلسل لیٹنے کی نوبت نہ آئی۔ کئی کئی دن ایسے گزر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی" (فضائل اعمال: ۳۶۰)۔

مُردہ اپنی قبر میں صلوٰۃ پڑھ رہا تھا

شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت ثابت بنانی حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہوسکتی ہو تو مجھے بھی ہوجائے۔ ابوسنانؒ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے ثابتؒ کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گرگئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں...... میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے اُس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ جب دفن کرچکے تو ان کے گھر جاکر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا اُس نے کہا کیوں پوچھتے ہو ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس (۵۰) برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دُعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما"۔ (فضائل اعمال: ۳۶۱)

قصہ گو نے اگرچہ اللہ کی قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ یہ سچا واقعہ ہے اور میں نے بچشمِ خود مُردے کو دیکھا کہ وہ لحد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے لیکن یہ اتنا واضح جھوٹ ہے کہ اگر قسم کھانے والا ایک نہیں ہزار قسمیں کھائے تب بھی اس کی زبان پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ یوں تو ایسے تمام واقعات

کورد کرنے کے لیے قرآن وصحیح احادیث کے دلائل ہی کافی ہیں جن کے مطابق مرنے والے کی روح کو قیامت تک کے لیے روک لیا جاتا ہے، یہ جسدِ عنصری بے روح اور مُردہ رہتا ہے، اس کو مٹی کھا لیتی ہے یعنی گل سڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے۔ صرف عجب الذنب باقی رہتی ہے اور اُسی پر روز قیامت دوبارہ اسی جسم کو بنا کر اس میں روح ڈالی جائے گی (ملاحظہ ہو الزمر: ۴۰، صحیح مسلم: کتاب الفتن) لیکن اس کے ناقابل اعتبار ہونے کی عقلی دلیل یہ ہے کہ لحد کے اندر اتنی گنجائش بھی نہیں ہوتی کہ لیٹا ہوا مُردہ زندہ انسان کی طرح اُٹھ کر بیٹھ سکے۔ کھڑا ہونا تو دُور کی بات ہے!

عقیدے کی بربادی کا ذرا اندازہ کیجئے کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ قصہ فضائل نماز کے باب میں نقل کیا ہے کوئی بتائے کہ اس میں نماز کی فضیلت کا ثبوت کیا ہے۔ نقلی دلائل تو اس قصہ کے جھوٹا ہونے کے بے شمار ہیں۔ ان میں سے ایک دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے:

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿النحل : ۳۲﴾

جب فرشتے (کفر وشرک سے) پاک لوگوں کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں تو سلام علیکم کہتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) جو عمل تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ مرنے والا اگر ایماندار اور صالح شخص ہے تو موت سے ہمکنار ہوتے ہی اس کی روح جنت میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قبر میں دفن مُردے کے جسدِ خاکی میں روح نہیں ہوتی، لہٰذا روح کے جدا ہونے کے بعد مُردے کا زندہ انسان کی طرح اٹھ کر قبر کے اندر صلوٰۃ پڑھنا جھوٹی بات ہے۔ اور قرآن کی دوسری دلیل جس کا اوپر بھی ذکر کیا گیا یہ ہے کہ ''انسان کے جسم سے ایک مرتبہ روح پرواز کر جائے تو دوبارہ واپس نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ اسے روک لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ ﴿الزمر : ۴۲﴾

پس وہ (اللہ) جس کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے اس کی روح کو روک لیتا ہے۔

نیز قرآن وحدیث کی عمومی تعلیم یہی ہے اور ہر کوئی اس کی تصدیق بھی کرتا ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے اور وہ جہان دار الجزا ہے۔ یعنی صوم وصلوٰۃ اور دوسری تمام عبادات کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہے۔ جسم وجان کا رشتہ منقطع ہونے کے بعد جب دنیاوی زندگی کا دورانیہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان کسی عمل صالح کا مکلف نہیں رہتا اور صوم وصلوٰۃ کی بجائے جزا وسزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی سے ثابت ہے:

اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث ....'' (صحیح مسلم)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، صدقہ جاریہ، کوئی علمی کام جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، نیک اولاد جو اس کے لیے دُعا کرے۔

مرنے والا مومن ہو تو اس کی روح کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے برزخی جسم کے ساتھ، کافر ومشرک ہو تو اس کی روح جہنم میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتی ہے برزخی جسم کے ساتھ۔ قبر کے اندر میت گل سڑ کر خاک ہو جاتی ہے قرآن وحدیث کا اس سلسلے میں یہی مؤقف ہے۔ اب اگر کسی کے ذہن میں ہماری ان معروضات کے حوالے سے یہ اشکال پیدا ہو کہ اگر حق یہی ہے تو قبر کے اندر مُردوں کے صلوٰۃ (نماز) پڑھنے کے قصے دنیا میں کیوں پھیلے ہوئے ہیں؟ کیونکہ یہ ایک ہی قصہ نہیں ہے بلکہ اس طرح کے بے شمار قصے زبان زد عام ہیں لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ کیا قرآن کے خلاف جھوٹے قصے دلیل ہو سکتے ہیں؟ درحقیقت اس طرح کے قصے صحیح مسلم کی ایک حدیث سے غلط استدلال کر کے گھڑنے والوں نے گھڑے ہیں، حدیث یہ ہے:

''انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس رات سیر کرائی گئی (شب معراج) میں موسیٰ ؑ کی اس قبر پر سے گذرا جو سرخ رنگت کے ٹیلے کے قریب ہے۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے''۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ)

یہ حدیث عوام میں اس قدر مشہور ہے کہ جن لوگوں کو علوم دینیہ سے کوئی سروکار نہیں ہوتا انہیں بھی ازبر ہوتی ہے۔ اور یہ لوگ اس حدیث سے غلط استدلال کی بنا پر کہتے ہیں کہ انبیاء اور صالحین اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور صلوٰۃ (نماز) پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اس واقعہ کا تعلق نبی ﷺ

کے معجزات سے ہے اور معجزات دلیل نہیں بنتے ،وہ تو معمولات دنیا سے بالکل ہی مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں ۔ ثابت بنانی والا قصہ، گھڑنے والے نے بھی اسی حدیث کی بنیاد پر گھڑا ہے ۔تبلیغی بھائیو! اگر معجزات کی بنیاد پر اس قسم کے نتائج اخذ کرنے کا تہیہ کرلیا جائے تو اور بھی بہت سی محیر العقول باتیں ثابت کی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر صحیح مسلم ہی کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

''عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ وادی ازرق میں سے گذرے تو پوچھا یہ کون سی وادی ہے۔لوگوں نے کہا وادی ازرق ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔وہ پہاڑ کی چوٹی سے اتر رہے ہیں اور بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں......''

(مسلم؛ کتاب الایمان باب الاسرآء......)

اس واقعہ کو بنیاد بنا کر جو کہ یقیناً نبی ﷺ کے معجزات کی فہرست میں آتا ہے اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ جس وقت نبی ﷺ کا وادی ازرق سے گذر ہوا اس وقت موسیٰ علیہ السلام بنفسِ نفیس پہاڑ کی چوٹی پر موجود تھے تو کیا یہ دعویٰ تسلیم کرلیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ معلوم ومعروف بات ہے کہ معجزہ زمان ومکان کی حدود وقیود کا پابند نہیں ہوتا بلکہ قانون اور قاعدے کے خلاف ہوتا ہے لہٰذا اس کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ بات ذہن نشین کرلی جائے کہ معراج کی رات معجزے کی رات تھی اور اس میں ہونے والے واقعات معجزے ہیں۔ چنانچہ ان دلائل کی بنیاد پر واشگاف الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے فضائل اعمال میں ثابت بنانی کے قبر میں صلوٰۃ (نماز) پڑھنے والا قصہ نقل کرکے اسلام کے مسلمہ اصولوں کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔

تبلیغی بھائیو! آپ کو اس بات کا بھی کچھ احساس ہے کہ اُمت کی اکثریت پہلے ہی قبر پرستی کے مرض میں مبتلا ہے۔اور آپ تبلیغی نصاب میں موجود اس قسم کے شرکیہ قصے لوگوں کو سنا سنا کے اور یہ بات ذہن نشین کرا کے کہ اللہ کے نیک بندے اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں، اس مرض میں اور اضافہ کررہے ہیں۔ کیا آپ کے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں ہے؟

قصہ چند اکابرین کی ریاضتوں کا

''شیخ الحدیث صاحب'' نے لکھا ہے کہ ''مسروق'' ایک محدث ہیں ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ

اتنی لمبی نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ ان کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا۔ اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیب کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ اور ابوالمعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالی نے ابوطالب مکی سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعیوں سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ان میں بعض کا چالیس برس یہی عمل رہا (اتحاف) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی ہے کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا، اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔ امام شافعیؒ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا۔ صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ احمد بن حنبل تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ اور جب بادشاہ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس وجہ سے ضعف بہت ہوگیا تو ڈیڑھ سورہ گئی تھیں اور تقریباً اسی برس کی عمر تھی۔ ابوعتاب سلمیؒ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتب تواریخ میں مذکورہ ہیں۔ جن کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لیے یہی کافی ہیں''۔ (فضائل اعمال: ۳۶۲،۳۶۳)

''شیخ الحدیث صاحب'' نے ان اکابرین کی ریاضتوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اگر وہ سب صحیح ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ انسان نہیں بلکہ فرشتے تھے یا جن؟ کیونکہ پچاس پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھنا۔ رات رات بھر جاگنا، دن کو ہمیشہ روزہ رکھنا، اور تین سو رکعتیں روزانہ پڑھنا کسی انسان کے بس کی بات تو ہرگز نہیں ہوسکتی۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے ارشادات کا بھرم

رکھنے کے لیے اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ قرونِ اولیٰ کے لوگ فوق البشر قوتوں کے مالک اور ملکوتی صفات کے حامل تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی مشہور ہستیوں کو کیا اللہ اور رسول ﷺ کا حکم معلوم نہیں تھا۔

قرآن میں سورۃ النحل آیت ۸۲ میں فرمایا کہ رات کو سکون حاصل کرنے کیلئے بنایا ہے اور سورۃ النبا آیت ۹ میں بتایا کہ نیند سکون حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ثابت ہوا کہ رات کو سونے کا بھی صریح حکم ہے، کیا یہ اکابرین اس سے لاعلم تھے؟ ایک حکم پر عمل اور دوسرے کی حکم عدولی یہ تو ایمان کے منافی ہے۔

نیز اللہ کے رسول ﷺ نے عبادات میں اعتدال کا حکم دیا ہے اور اپنی جان پر سختی اور تشدد سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ بخاری کی درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

''انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ تین آدمی ازواج مطہرات کے پاس آئے اور نبی ﷺ کی عبادت کا حال پوچھا۔ جب ان کو بتلایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا۔ اور کہنے لگے کہ ہماری نبی ﷺ سے کیا نسبت۔ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے۔ ان میں ایک کہنے لگا کہ میں تو ہمیشہ رات بھر صلوٰۃ (نماز) پڑھوں گا۔ دوسرا کہنے لگا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرا کہنے لگا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور نکاح نہیں کروں گا۔ اتنے میں اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تم نے کیوں ایسی ایسی باتیں کہیں۔ سن لو میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور سب سے بڑھ کر پرہیزگار ہوں لیکن میں (صوم) روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ رات کو صلوٰۃ بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو کوئی میری سنت سے روگردانی کرے وہ ہم میں سے نہیں'' ۔ (صحیح بخاری؛ کتاب نکاح)

کیا زکریا صاحب ''محدث'' اس حدیث سے لاعلم ہیں۔ اور کیا زکریا صاحب کا ان واقعات کے آخر میں دُعا کرنا کہ اللہ ہمیں ان لوگوں کا اتباع نصیب فرمائے سنت سے انحراف نہیں ہے۔

زین العابدین (علی بن حسین ؓ) کی عبادت کا قصہ

''حضرت زین العابدین روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ تہجد کا کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا۔ جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آ جاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے

کہ گھر میں آگ لگ گئی، یہ نماز میں مشغول رہے لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا..........'' (فضائل اعمال : ۳۷۸) بلاتبصرہ

خانقاہوں کی فضیلت

فضائل ذکر کے باب میں طبرانی کی ایک ضعیف روایت نقل کرنے کے بعد ''شیخ الحدیث صاحب'' نے فائدے کے طور پر لکھا ہے کہ ''آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح کا الزام ہے۔ ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت انھیں معلوم ہوگا کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے (عربی کا ایک شعر لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے) عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔ ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں، یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلت ذکر کی گئی ہے''۔ (فضائل اعمال : ۴۲۶، ۴۲۷)

خانقاہی دین کے علمبرداروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے ''شیخ الحدیث صاحب'' چند اشتعال انگیز فقرے لکھ کر آگے بڑھ گئے لیکن گالیاں دینے والوں کی اصلاح کے لیے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ہم کہتے ہیں کہ کسی کو گالیاں دینا بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿الانعام : ۱۰۸﴾

اور یہ لوگ اللہ کے سوا جن ہستیوں کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دینا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو دشمنی میں بے علمی سے گالیاں نہ دینے لگیں۔ اس طرح ہر فرقے کیلئے ہم نے ان کے اعمال خوشنما کر دیئے ہیں پھر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر وہ انہیں بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

قرآن کے اس حکم پر عمل ضروری ہے۔ لیکن ''شیخ الحدیث صاحب'' نے خانقاہوں کی

فضیلت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ان کی قدر و قیمت کے متعلق جو کچھ حوالۂ قرطاس فرمایا ہے وہ نہ تو طبرانی کی اس حدیث سے ثابت ہے جس سے انہوں نے یہ استنباط کیا ہے اور نہ ہی کسی اور صحیح حدیث سے بلکہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے مؤقف کے برعکس قرآن وحدیث میں ہر جگہ مسجد ہی کی فضیلت کے تذکرے ملتے ہیں۔ اور شروع اسلام سے آج تک مسجد ہی وہ جگہ ہے جسے مرکزِ ملت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے رمضان کے آخری عشرے میں لوگ اعتکاف کے لیے مسجد ہی کا رخ کرتے ہیں۔ اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ ذکر وفکر کے لیے نہ تو نبی ﷺ نے مسجد سے الگ کوئی خانقاہ بنائی اور نہ ہی صحابہ کرام ؓ میں سے کسی نے یہ کام کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ بلادِ اسلامیہ میں خانقاہوں کی تعمیر وترقی کا سلسلہ تیسری صدی ہجری میں شریعت کے مقابلے میں دین طریقت کے علمبردار صوفیوں کے ہاتھوں شروع ہوا۔ اور اللہ گواہ ہے کہ یہ سلسلہ اُمت مسلمہ میں مسجد کی فضیلت گھٹانے بلکہ اس کی اہمیت کو ختم کرنے کے لیے شروع کیا گیا۔ اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسجدیں ویران اور خانقاہیں آباد ہوتی چلی گئیں۔ لیکن اس غارت گری کی منصوبہ بندی کرنے والے ایک کام جو نہیں کر سکے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد کی فضیلت کے ضمن میں جو بیّن آیات نازل فرمائی ہیں انہیں مصحف کے اوراق سے کھرچ نہیں سکے اور یہ آیات ہمیشہ ان کے لیے سوہانِ روح بنی رہی ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿النور: ۳۶،۳۷﴾

(وہ قندیل) اُن گھروں میں ہے جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کیے جائیں اور وہاں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے۔ (اور) ان میں صبح وشام تسبیح کرتے رہیں (ایسے) لوگ جن کو اللہ کے ذکر اور صلوٰۃ قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری روکتی ہے نہ خرید وفروخت۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جب دل اور آنکھیں (مارے ڈر کے) الٹ جائیں گی۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد کی فضیلت:-

''شیخ الحدیث صاحب'' نے لکھا ہے کہ ''ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ''قول

جمیل'' میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو سو مرتبہ کہا کرتا تھا''۔ (فضائل اعمال: ۴۸۴)

کوئی بتائے کہ ایک سانس میں دو سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کیا قرآن وسنت سے ثابت ہے؟

قصہ ایک نوجوان کا جسے جنت ودوزخ کا کشف ہوتا تھا

جنت ودوزخ کو بازیچۂ اطفال سمجھنے والے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ''شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں میں نے سنا ہے کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لیے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لیے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت ودوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک دفعہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے، اس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں۔ جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی''۔ (فضائل اعمال: ۴۸۴)

یہ قصہ نقل کرنے کے بعد شیخ الحدیث صاحب لکھتے ہیں کہ ''یہ ایک واقعہ ہے۔ اس قسم کے نامعلوم کتنے واقعات اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں''۔ (فضائل اعمال: ۴۸۴)

گویا وہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ کوئی منفرد واقعہ نہیں ہے بلکہ اُمت میں بے شمار افراد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے جنت اور جہنم کا نظارہ کرتے رہتے ہیں۔ دراصل اس قسم کے قصے اہل تصوف نے پھیلائے ہیں اور متقدمین ومتاخرین میں سے جن لوگوں نے اس قسم

کے قصے اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں وہ بھی دین تصوف ہی کے پیروکار تھے۔ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جنت وجہنم کو کوئی آنکھ موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتی، ان پر ایمان بالغیب مطلوب ہے البتہ اللہ کے نبی ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو حیات دنیا میں جنت ودوزخ کا نظارہ دکھایا (بخاری، کتاب الکسوف)۔ آپ ﷺ کے علاوہ کسی صحابی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے جنت اور دوزخ کا کشف ہوتا ہے۔ لہٰذا تبلیغی بھائیوں سے ہماری یہ اپیل ہے اور دردمندانہ اپیل ہے کہ آنکھیں بند کرکے "شیخ الحدیث صاحب" کی بے بنیاد باتوں پر ایمان لانے اور تبلیغ کے خیال سے انہیں لوگوں تک پہنچانے اور اللہ کے سچے دین کے راستے میں روڑے اٹکانے کی بجائے قرآن وسنت سے تمسک کا ثبوت دیں کہ اسی میں آپ کی اور پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔

کیا آدم علیہ السلام نے نبی ﷺ کے وسیلے سے دعاء استغفار کی

اس کے اثبات میں "شیخ الحدیث صاحب" نے ایک موضوع (من گھڑت) روایت نقل کی ہے۔ "اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دعا واستغفار کرتے رہتے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (ﷺ) کے وسیلے سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (ﷺ) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام آپ نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ لیکن اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے"۔ (فضائل اعمال: ۴۹۷)

نوٹ: درج بالا اقتباس میں قوسین کے اندر کی ساری عبارات مصنف ہی کی ہیں۔

"شیخ الحدیث صاحب" نے زیر تبصرہ کتاب (فضائل اعمال) میں جتنی بھی صحیح یا منکر وموضوع روایات نقل کی ہیں اُن کے متن اُردو میں ہیں لیکن ان سب کے حوالہ جات عربی میں قلمبند کئے ہیں۔

اس حکمت عملی سے ان کا مدعا اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ عربی سے ناآشنا عام قارئین کو منکر وموضوع روایتوں کی اصلیت معلوم نہ ہونے پائے اور ان پر اعتراض کی نوبت ہی نہ آئے۔ درج بالا روایت کے معاملے میں بھی انہوں نے یہی حکمت عملی اختیار کی ہے۔ اور حوالہ جات کے بیچ میں مذکورہ روایت کے حق میں اپنی طرف سے تائیدی کلمات بھی عربی میں ہی درج کرکے مغالطہ آرائی کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں:

اخرجه الطبرانی فی الصغیروالحاکم وابونعیم والبیهقی کلا هما فی الدلائل وابن عساکر فی الدروفی مجمع الزوائد رواه الطبرانی فی الاوسط والصغیر وفیه لم اعرفهم قلت ویوئدالاخرالحدیث مشهور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ قال القاری فی الموضوعات الکبیر موضوع لٰکن معناه صحیح ...... (فضائل اعمال: ۴۹۷)

طبرانی نے اپنی کتاب الصغیر میں یہ روایت نکالی ہے، اور حاکم نے اور ابونعیم نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور حاکم نے الدرالمنثور میں اور مجمع الزوائد میں، طبرانی نے یہ روایت الاوسط والصغیر میں نقل کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ میں اس (روایت) سے واقف نہیں میں (محمد زکریا) کہتا ہوں کہ دوسری مشہور حدیث لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اس کی تائید کرتی ہے۔ ملا علی قاری حنفی نے کہا کہ الموضوعات الکبیر میں اس روایت کو موضوع ثابت کیا گیا ہے لیکن اس کے معنی صحیح ہیں۔

شرک کی بیماری بھی کیا بیماری ہے کہ بڑے بڑے "علامہ حضرات" اس بیماری میں مبتلا ہونے کے بعد انتہائی نامعقول باتیں کرنے لگتے ہیں۔ ملا علی قاری کے خیال میں یہ موضوع (من گھڑت) روایت اس لیے صحیح ہے کہ (ان کے خیال میں) اس کے معنی صحیح ہیں۔ اور "شیخ الحدیث صاحب" کو یہ اس لیے صحیح معلوم ہوئی کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ والی حدیث جو بجائے خود موضوع ومنکر ہے، اس کی تائید کرتی ہے۔ اس طرز استدلال پر قربان!

صحیح بخاری میں علی ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَاتَكْذِبُوْ عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّار

مجھ پر جھوٹ نہ باندھنا کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم)

اس مضمون کی ایک اور حدیث انس بن مالک ؓ سے مروی ہے اس میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِباً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

جو کوئی مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (صحیح بخاری)

اس باب میں امام بخاریؒ نے زبیر بن عوام، سلمہ بن اکوع اور ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالوں سے بھی تین احادیث نقل کی ہیں۔ "شیخ الحدیث صاحب" کا آدم علیہ السلام والی موضوع روایت کو جو قرآن وصحیح احادیث کے صریحاً خلاف ہے منطقی دلائل سے اپنے طور پر صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا، نبی ﷺ پر قصداً جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ اور انہوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ نبی ﷺ پر قصداً جھوٹ باندھا بلکہ کتاب اللہ کے انکار کا الزام بھی اپنے سر لے لیا۔ کیونکہ اللہ کی سچی کتاب ان کے موقف کو رد کرتی ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ زکریا صاحب کتاب اللہ کے سراسر خلاف جھوٹی بات کی تائید میں اس قدر پُر جوش ہیں، کیا یہ کتاب اللہ کی تحقیر واستہزاء نہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿البقرہ: ۳۷﴾

پس آدم نے اپنے ربّ سے چند (دعائیہ) کلمات سیکھ لیے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اور وہ دعائیہ کلمات جن کے سبب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی، قرآن حکیم کے اندر موجود ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿الاعراف: ۲۳﴾

ان دونوں (آدم وحوا) نے کہا اے ہمارے ربّ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہوجائیں گے۔

یہ ہیں آدم علیہ السلام کی دعا کے الفاظ ان الفاظ میں نہ تو نبی ﷺ کا نام موجود ہے اور نہ ہی کسی واسطے اور وسیلے کا ذکر ہے۔ بلکہ یہی ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام نے براہِ راست اللہ جل شانہ کو مخاطب کر کے اپنے لئے دعائے استغفار کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ یہ ہے قرآن کا موقف اس کو جھٹلانا کتاب اللہ کا انکار ہی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وسیلے کے عقیدے نے اُمت میں شرک کی بہت سی قسمیں اور بے شمار بدعتیں متعارف کرائی ہیں۔ امت کی اکثریت اس وقت جس بے راہ روی کا شکار ہے اس کے اسباب اور محرکات پر غور کرنے کے بعد ہر ذی شعور شخص اس نتیجے پر پہنچے گا کہ امت کو اس مقام تک پہنچانے والے اور اسے شرک کا راستہ دکھانے والے یہ علماء ہی ہیں جنہوں نے اللہ کی سچی کتاب کے مقابلے میں بیشمار جھوٹی کتابیں لکھ کر تحفے کے طور پر امت کے حوالے کردی ہیں تا کہ لوگ ان کو پڑھتے رہیں اور سر دھنتے رہیں۔

امام ابو حنیفہؒ وضو کے پانی میں وضو کرنے والے شخص کے گناہ ڈھلتے ہوئے دیکھ لیتے تھے

درج ذیل اقتباس پڑھ کر آپ حیران ہوں گے کہ گونگے، بہرے اور اندھے مقلدین نے اپنے امام کے بارے میں کیسی کیسی بے سروپا کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ اور ان کہانیوں کی بنیاد پر "شیخ الحدیث صاحب" نے کیسے کیسے اُوٹ پٹانگ نتائج اخذ کیے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ "علامہ شعرانی نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دُھلتا ہوا نظر آتا اُس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ۔ مکروہ فعل ہے یا خلافِ اُولیٰ۔ جیسا کہ حسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہوجاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضوخانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اس کے وضو کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کرلے اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا کرنا بہت بُرا عیب ہے اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی

نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کرلی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحب نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دُور فرمادے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع نہیں ہونا چاہتا۔ حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی اور یہ چیز زائل ہوگئی، کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحب نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا"۔ (فضائل اعمال : ۵۶۰،۵۶۱)

اس سے پہلے فضائل اعمال کے حوالے سے آپ ایک نوجوان کا قصہ سن چکے ہیں کہ اس کو (بقول راوی) جنت وجہنم کا کشف ہوتا تھا اور ایک مرتبہ اس نوجوان نے اپنی آنکھوں سے اپنی ماں کو آتش دوزخ میں جلتے ہوئے دیکھا۔ لیکن اتفاق سے اس وقت قصہ گو اس کے پاس موجود تھا۔ اس نے نوجوان کے اضطراب کو محسوس کرلیا اور اسی وقت ایصال ثواب کے ذریعے سے اس کی ماں کو جہنم کے عذاب سے خلاصی دلوا کر جنت میں پہنچا دیا۔ اور اب امام ابوحنیفہؒ کے کشف وکرامات کا قصہ بھی آپ کے سامنے ہے یہ قصہ اگرچہ امام صاحب کے ہزاروں تلامذہ میں سے کسی ایک نے بھی نہیں بیان کیا لیکن علامہ شعرانی کا کہنا ہے کہ آپ کو وضو کے پانی میں وضو کرنے والے گنہگار وخطا کار وبدکار وسیاہ کار کے گناہ دھلتے ہوئے نظر آجایا کرتے تھے بالکل اسی طرح جس طرح عام طور سے حسی چیزیں نظر آتی ہیں۔

اندازہ کیجئے کہ تصوف نے کس طرح سے مبادیات اسلام کو تلپٹ کرکے رکھ دیا ہے کہ اُمت کے وہ افراد جن کو علامہ، شمس العلماء، زبدۃ الفضلا اور قدوۃ العلماء جیسے ثقیل اور غلو آمیز القابات سے یاد کیا جاتا ہے وہ تک دین اسلام کی اساسی باتوں سے ناآشنا ہیں۔ اس قسم کے قصے ایجاد کرنے والوں اور ان قصوں پر ایمان لانے والوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ بھی اس صفت سے متصف نہیں تھے کہ لوگوں کے گناہ مجسم شکل میں آپ کے سامنے آتے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا ہے کہ

وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿الاسراء : ۱۷﴾

اور اے (نبی ﷺ) تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار اور انہیں دیکھنے والا کافی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کوئی گنہگار نادم اور پشیمان ہوکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اپنی زبانی اقبال جرم کرتا تو آپ ﷺ اچھی طرح اس سے پوچھ گچھ کرتے اور یہاں تک فرماتے کہ "تو دیوانہ تو نہیں ہے" اور جب مجرم آپ کو یقین دلاتا کہ وہ عاقل ہے اس کے بعد آپ ﷺ اس پر حد جاری کرتے (بخاری، کتاب الحدود)۔ لیکن دین کی مظلومی ملاحظہ کیجئے کہ قصہ مذکورہ کی بنیاد پر قرآن وحدیث کی جملہ تعلیمات کو جھٹلا کر بھی "شیخ الحدیث صاحب" کی تشفی نہیں ہوئی۔ اور فرماتے ہیں کہ "ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جاسکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کرلیتے ہیں" (فضائل اعمال : ۵۶۰،۵۶۱)

استنجا خانہ میں جہاں پیشاب وپاخانے کی بدبو سے آدمی کا دماغ خراب ہوجاتا ہے وہاں شاہ عبدالرحیم کے ایک غلام کو (بقول شیخ الحدیث) ہر جگہ انوار نظر آتے تھے۔

استغفر اللہ! ایسے خیالات ونظریات کے حامل شخص کو عالم کہنا علم کی توہین ہے۔

شعروشاعری:۔

شیخ الحدیث صاحب کے چند پسندیدہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

ع میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں (فضائل اعمال : ۶۰۵)

فضائل اعمال میں یہ شعر دیکھ کر یقین ہوگیا کہ میر ہی سادہ نہیں تھے بلکہ "شیخ الحدیث صاحب" بھی انہی کی طرح سادہ تھے۔ اور سنئے

ع خوبی ہمیں کرشمہ وناز وخرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست (فضائل اعمال : ۲۶۶)

جن حضرات کو فارسی کے اس شعر کا مطلب سمجھ میں نہ آئے وہ کسی تبلیغی عالم سے پوچھ لیں ہمیں بتاتے ہوئے حیا آتی ہے۔اور سنئے

ع جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے
پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں
سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرقت کے رات دن
بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کئے ہوئے (فضائل اعمال : ۶۸۶)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿الشعراء : ۲۲۴﴾

اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔

تبلیغی بھائی جواب دیں کہ فضائل اعمال میں اس قسم کے عشقیہ، حیا سوز اور مخرب اخلاق اشعار نقل کر کے کیا ”شیخ الحدیث صاحب“ نے اپنے متعلق سورۃ الشعراء کی محولہ بالا آیت کا صحیح مصداق ہونے کا ثبوت دیا ہے یا نہیں!

یہ ہے وہ شہرۂ آفاق اور مایہ ناز کتاب جسے تبلیغی نصاب کے نام سے پہچانا جاتا ہے اور جس کا تبلیغی جماعت میں قرآن سے بڑھ کر احترام کیا جاتا ہے اور جس کو تبلیغی بھائی بغل میں دبائے نگر نگر سرگرداں پھرتے ہیں۔ نمونے کے طور پر ہم نے اس کتاب کے صرف چند اقتباسات نقل کئے ہیں۔ ورنہ اس کا صفحہ صفحہ انتہائی ناشائستہ اور قابل اعتراض عبارات سے مزین ہے۔ بالخصوص درج بالا اشعار تو انتہائی گمراہ کن ہیں۔ اب آپ پر لازم ہے کہ اگر آپ کے گھر میں ”فضائل اعمال“ ہے تو پہلی فرصت میں آپ اسے لے جا کر شاہ پور ڈیم میں پھینک دیں، کیونکہ اگر یہ اشعار آپ کے بچوں نے پڑھ لئے تو ان کے ذہن خراب ہو جائیں گے۔

فضائل صدقات

”شیخ الحدیث زکریا صاحب کاندھلوی“ کے قلم سے وجود میں آنے والی یہ کتاب بھی تبلیغی نصاب میں شامل ہے اس کتاب کا جو نسخہ اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ کتب خانہ فیضی (لاہور) کا مطبوعہ ہے۔ سات سو چھتر (۶۷۷) صفحات کی یہ کتاب ضخامت کے لحاظ سے عام سائز کے قرآن سے بھی بڑی معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب پر تبصرہ شروع کرنے سے پہلے ایک بات یہ کہنی ہے کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ صدقہ وخیرات کی بڑی فضیلت اور بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔ قرآن پاک میں اس موضوع پر بے شمار آیات وارد ہوئی ہیں اور اس ضمن میں صحیح احادیث کی بھی کمی نہیں ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر جھوٹی روایات اور قصوں کو ہی ”شیخ الحدیث صاحب“ نے اس کتاب میں ترجیح دی ہے!

لہٰذا ہم برملا کہتے ہیں کہ ”شیخ الحدیث صاحب“ کو جنون کی حد تک قصہ گوئی کا شوق تھا اور اسی شوق کی تکمیل کے لیے وہ سینکڑوں صفحے کالے کر کے اس دنیا سے سدھار گئے اور اب ان کے متبعین ان کی جمع کردہ حکایتیں اور قصے کہانیاں لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دینِ اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ نمونے کے طور پر ذیل میں اس کتاب میں نقل کیے گئے چند قصے پیش کیے جا رہے ہیں پڑھیے اور صاحبِ کتاب کے ذوق کی داد دیجئے۔

قصہ ایک لڑکے کا جس سے شہر خموشاں کے تمام مکین بہت خوش تھے

اس جھوٹے قصے سے ایک تو یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مُردے عالم الغیب ہوتے ہیں، مزید تفصیل بعد میں پہلے قصہ سن لیجئے:

”شیخ الحدیث صاحب“ رقمطراز ہیں ”ایک نیک عورت کا قصہ روض میں لکھا ہے جس کو بابیۃ کہتے تھے۔ بڑی کثرت سے عبادت کرنے والی تھی۔ جب اس کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا! اے وہ ذات جو میرا توشہ اور میرا ذخیرہ ہے اور اسی پر میرا زندگی اور

موت میں بھروسہ ہے، مجھے مرتے وقت رسوا نہ کیجیو اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھیو۔ جب وہ انتقال کر گئی تو اس کے لڑکے نے یہ اہتمام شروع کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا اور اس کے لیے اور سب قبرستان والوں کے لیے دعا کرتا۔ ایک دن اس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں! تمہارا کیا حال ہے۔ ماں نے جواب دیا موت کی سختی بڑی سخت چیز ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت سے ہوں، ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے، ریشم کے تکیے لگے ہوئے ہیں، قیامت تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا۔ بیٹے نے پوچھا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو۔ اس نے کہا کہ تو ہر جمعہ کو میرے پاس آ کر قرآن پاک پڑھتا ہے اس کو نہ چھوڑنا، جب تو آتا ہے سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوشخبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آ گیا۔ مجھے بھی تیرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے اور ان سب کو بھی بڑی خوشی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں اسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام سے جاتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع مردوں اور عورتوں کا میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا تم کون لوگ ہو اور کیوں آئے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں۔ ہم تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں۔ تم جو ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہو، اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے، اس کو جاری رکھنا۔ اس کے بعد میں نے اور زیادہ اہتمام اس کا شروع کر دیا"۔ (فضائل صدقات : ۱۱۹)

ایک کم عمر لڑکے کے حوالے سے نقل کیا جانے والا یہ قصہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مُردے غیب کی باتیں جانتے ہیں، بظاہر بہت ہی نصیحت آموز معلوم ہوتا ہے لیکن آنکھیں کھول کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرضی قصے کے ذریعے سے مبادیاتِ دین کو جھٹلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کسی زندہ انسان کا قرآن پڑھ کر اس کا ثواب فوت شدگان کو پہنچانے کا نظریہ قرآن کے بتائے ہوئے واضح اُصولوں کے خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ ﴿النجم : ۳۹،۴۰،۴۱﴾

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ (خود) کوشش کرتا ہے ۝ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی ۝ پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ۝

نیز ایصالِ ثواب کے طور پر مُردوں کے لیے قرآن کی تلاوت کرنا سنتِ رسول کے خلاف ہونے کے سبب بدعت بھی ہے۔ نبی ﷺ کی حیات بابرکات میں آپ ﷺ کی پہلی بیوی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی نیز آپ ﷺ کی تین صاحبزادیاں رقیہ، ام کلثوم، اور زینب رضوان اللہ علیہن اجمعین یکے بعد دیگرے آپ ﷺ کی زندگی میں ہی فوت ہوئیں۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے آپ ﷺ کے تین بچوں نے چھوٹی عمر میں وفات پائی لیکن آپ ﷺ نے ان کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام نہیں کیا نہ تو آپ ﷺ نے خود ان کو قرآن پڑھ کر بخشا اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن خوانی کے لیے اپنے گھر میں یا مسجد نبوی میں جمع کیا۔ علاوہ ازیں کسی قبر پر حاضر ہو کر قرآن خوانی کرنا بھی سنتِ رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور یہ بھی بدعت و گمراہی ہے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ ایک رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہونے کے بعد بقیع کے قبرستان میں تشریف لے گئے وہاں سے واپسی پر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے دریافت کرنے پر یہ دُعا سکھائی:

اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ

(صحیح مسلم کتاب الجنائز، نسائی کتاب الجنائز)

سلام ہے اس گھر کے ایمانداروں اور مسلمانوں پر، اللہ رحم فرمائے ہم سے آگے جانے والوں پر اور ہم سے پیچھے رہ جانے والوں پر اور اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

صحیح مسلم ہی میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی باری جب میرے پاس ہوتی تو آپ ﷺ رات کے آخری حصے میں بقیع (قبرستان) کی طرف تشریف لے جاتے اور دعا کرتے (ترجمہ) "اے اس گھر کے مومنو! تمہارے اوپر سلام ہو، آچکا تمہارے پاس جس کا تم سے وعدہ تھا کہ کل پاؤ گے ایک مدت کے بعد اور ہم اگر اللہ نے چاہا تم سے ملنے والے ہیں۔ یا اللہ بخش دے بقیع غرقد والوں کو۔ (صحیح مسلم کتاب الجنائز)

جامع ترمذی ابواب الجنائز میں " السلام علیکم یا اھل القبور " والی دعا بھی منقول ہے۔ علاوہ ازیں کچھ اور دعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں۔ لیکن کسی صحیح حدیث سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں یا آپ ﷺ کے بعد کسی صحابی نے قبرستان میں حاضر ہو کر اہل قبور کے لیے قرآن خوانی کی ہو اور اس کا ثواب مُردوں کو بخشا یا ہو۔ دراصل ایسے واقعات سے قرآن خوانی یا ایصال ثواب کے لیے جواز نکالنا قرآن وحدیث سے چشم پوشی ہے۔ اوپر نقل کیا گیا یہ قصہ کسی قبر پرست نے حیات فی القبر کے مشرکانہ عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے گھڑا ہے اور یہ جھوٹا قصہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کو اس لیے پسند آیا کہ قرآن وسنت سے کچھ بیر تھا اس کو کافی نہیں سمجھتے تھے اور اب ان کے پیروکار بھی آنکھیں بند کر کے انہی کے نقشِ قدم پر چلے جا رہے ہیں۔ چند روز پہلے راولپنڈی کے ماہانہ اجتماع میں ڈھوک ورک (ضلع چکوال) کے ایک مردِ مومن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے یہ رُلا دینے والا واقعہ سنایا کہ چند روز پہلے تبلیغی جماعت کا ایک گروہ آیا اور انہوں نے ہماری مسجد میں ڈیرہ ڈالا اور حسبِ دستور تبلیغی نصاب کھول کر پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر تک تو میں خاموشی سے ان کی خرافات سنتا رہا لیکن پھر غیرت ایمانی نے مجھے قرآن پاک کھولنے پر مجبور کر دیا۔ میں ان کو اللہ کی آیتیں اور ان کا ترجمہ پڑھ کر سنانے لگا۔ بمشکل ایک دو آیات پڑھ پایا تھا کہ ان کے امیر نے قرآن پاک میرے ہاتھوں سے چھین لیا اور کہا کہ قرآن نہیں پڑھنا میں نے ان سے استدعا کی کہ موبائل فون پر اپنے کسی عالم سے رابطہ کر کے پوچھو کہ کیا قرآن پڑھنا ناجائز ہے۔ انہوں نے کسی سے رابطہ کیا تو وہاں سے حکم ملا کہ قرآن نہیں پڑھنا نصاب ہی پڑھنا۔ قرآن پاک کے بارے میں ان کے اس گستاخانہ اور توہین آمیز رویے پر بجائے اس کے کہ ہم تبلیغی پارٹی سے اپنے غم وغصے کا اظہار کرتے وہ خود ہی ناراض ہو کر چل دیے۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا کہ ایک انسان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی جھوٹی کتاب کو اللہ کی سچی کتاب سے افضل مانتے ہیں۔

پھر میری آنکھ کُھل گئی

یہ الفاظ اس مجہول شخص کے ہیں جو اس قصے کا مرکزی کردار ہے۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ بھی کسی منچلے کے خواب ہی کا قصہ ہے۔ اس کی تفصیل ''شیخ الحدیث صاحب'' کی زبانی سنیئے لکھتے ہیں کہ ''ایک عالم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم شق ہو گئیں اور مُردے ان میں سے باہر نکل کر زمین پر سے کوئی چیز جلدی جلدی چُن رہے ہیں۔ لیکن ایک شخص فارغ بیٹھا ہے، وہ کچھ نہیں چنتا۔ میں نے اس کے پاس جا کر سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا چُن رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ جو لوگ کچھ صدقہ دُعا درود وغیرہ کر کے اس قبرستان والوں کو بھیجتے ہیں اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں۔ میں نے کہا تم کیوں نے نہیں چنتے ؟ اُس نے کہا مجھے اس وجہ سے استغناء ہے کہ میرا ایک لڑکا ہے جو فلاں بازار میں زلابیہ (حلوے کی ایک قسم ہے جو منہ کو چپک جاتی ہے) بیچا کرتا ہے۔ وہ روزانہ مجھے ایک قرآن پڑھ کر بخشتا ہے۔ میں صبح کو اس بازار میں اُٹھ کر گیا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ زلابیہ فروخت کر رہا ہے اور اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے ہو۔ اس نے کہا میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر کے اپنے والد کو ہدیہ پیش کیا کرتا ہوں۔ اس قصہ کے عرصے کے بعد میں نے پھر ایک مرتبہ اس قبرستان کے آدمیوں کو اسی طرح چنتے دیکھا۔ اور اس مرتبہ اس شخص کو بھی چنتے دیکھا جس سے پہلی مرتبہ بات ہوئی تھی۔ پھر میری آنکھ کُھل گئی۔ مجھے اس پر تعجب تھا۔ صبح اُٹھ کر پھر میں اسی بازار میں گیا تحقیق سے معلوم ہوا کہ لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے''۔ (فضائل صدقات : ۱۲۰)

پچھلے قصے کی طرح یہ قصہ بھی روض نامی کسی کتاب کے حوالے سے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے نقل کیا ہے مضمون کے لحاظ سے یہ بھی سابقہ قصے سے ملتا جلتا ہے یعنی زندہ انسان اپنا جو مال صدقہ وخیرات کے طور پر دیتے ہیں اس کا ثواب بھی مُردوں کو پہنچتا ہے۔ اور یہ عقیدہ بھی قرآن وسنت کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے جادۂ حق سے بھٹکے ہوئے نام نہاد علما نے یہ عقیدہ ایجاد کر کے لوگوں کو بے عملی کی ترغیب دی ہے یعنی انسان کو زندگی میں اپنے ایمان وعمل کے بارے میں فکر مند نہیں ہونا

چاہیے اور اسے اس بات کا پختہ یقین ہونا چاہیے کہ مرنے کے بعد اس کے لواحقین کچھ دے دلا کر جہنم کے عذاب سے بچالیں گے۔ اس عقیدے کا حاصل یہی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿البقرہ: ۲۵۴﴾

اے ایمان والو! جو مال ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرلو، جس میں نہ تو (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ ہی دوستی اور سفارش ہو سکے گی۔ اور کفر کرنے والے ظالم ہیں۔

سورۃ المنافقون میں ارشاد ہے

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿المنافقون: ۱۰﴾

اور خرچ کرلو (اللہ کے راستے میں) اس مال میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس دن سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور وہ کہنے لگے کہ اے میرے ربّ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔

صحیح بخاری میں ابوھریرہ ؓ سے روایت ہے کہ

ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بتائیے کون سا صدقہ اجر کے لحاظ سے افضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تو تندرستی کی حالت میں، مال کی خواہش ہوتے ہوئے، محتاجی سے ڈر کر، مالداری کی طمع رکھ کر خرچ کرے۔ اور اتنی دیر مت کر کہ جان حلق میں آن پہنچے، اس وقت تو کہنے لگے کہ فلاں کو اتنا دینا، فلاں کو اتنا، اب تو فلانے کا مال ہو ہی چکا"۔ (صحیح بخاری؛ کتاب الزکوۃ)

قرآن وحدیث کی یہی تعلیم ہے کہ انسان تھوڑا یا زیادہ جو بھی صدقہ خیرات کرسکتا ہے اپنے ہاتھ سے کرے مرنے کے بعد دنیا والوں کا کوئی نیک عمل اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا۔

صحیح مسلم میں ابوھریرہ ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں (کہ ان کا ثواب جاری رہتا ہے) ایک صدقہ جاریہ کا، دوسرا وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور تیسری نیک اولاد جو اس کے لیے دُعا کرے۔ (صحیح مسلم؛ الوصیت)

اس حدیث میں مذکور تینوں چیزوں کا انحصار انسان کی ذاتی سعی وکوشش پر ہے، یعنی اگر کوئی ایماندار شخص جیتے جی اپنا حلال وطیب مال خرچ کرکے رفاعِ عامہ کا کوئی کام کرتا ہے۔ مثلاً پانی کا کنواں کھدواتا یا ہسپتال وغیرہ تعمیر کراتا ہے تو مرنے کے بعد بھی اسے اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح اگر اس نے دین ودنیا سے متعلق ایسا کوئی علم پھیلایا جس سے مخلوق نے فائدہ اٹھایا تو اس کا ثواب بھی اسے ملے گا۔ اور چونکہ والدین کی مساعی اور کڑی نگرانی ہی سے اولاد کی صحیح خطوط پر تعلیم وتربیت ممکن ہوتی ہے اور والدین کی بھرپور توجہ اور دلچسپی ہی سے اولاد نیکی کی طرف راغب ہوتی ہے، اس لیے اگر نیک اولاد والدین (اگر وہ مومن ہوں) کے لیے دُعا کرے تو ان کو فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن آج کل ایصالِ ثواب کے نام پر قُل، جمعرات، چالیسواں اور برسی وغیرہ کی جو رسمیں رائج ہیں، یہ عصر حاضر کی بدعات ہیں اور میت کو ان سے قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ان بدعات کی کوئی علمی دلیل نہیں ہے اس ضمن میں صحابی رسول سعد بن عبادہ ؓ اور ان کی ماں کا جو واقعہ احادیث میں مذکورہ ہے اس سے غلط استدلال کیا جاتا ہے، واقعہ یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ سعد بن عبادہ ؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ میری ماں کی وفات ہوگئی اور اس کے ذمے ایک نذر تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کی طرف سے ادا کردے۔

(صحیح بخاری، کتاب الوصایا وکتاب الایمان والنذر، صحیح مسلم کتاب النذر، سنن نسائی کتاب الایمان والنذور)

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ سعد بن عبادہ ؓ کی ماں نے کوئی نذر مانی تھی لیکن ناگہانی موت کی وجہ سے وہ اپنی نذر پوری نہ کرسکیں۔ اور چونکہ نذر قرض کی مثل ہوتی ہے اور ورثاء پر واجب ہوتا ہے کہ مرنے والے پر کسی کا قرض ہو تو تقسیم میراث سے پہلے وہ قرض ادا کریں۔ اس لیے نبی ﷺ نے سعد بن عبادہ ؓ کو حکم دیا کہ اپنی ماں کی نذر پوری کریں۔ لیکن راویوں کے اختلاف سے یہ نذر،

صدقہ بن گئی۔اور اس ضمن میں کئی اختلافی روایات مشہور ہوگئیں۔لیکن تطبیق حدیث سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ سعد بن عبادہ ﷛ نے اپنی ماں کی نذر ہی پوری کی تھی۔صدقہ نہیں کیا۔فوت شدہ لوگوں کے لیے اگر صدقہ جائز ہوتا تو سب سے پہلے خود نبی ﷺ اپنے آباواجداد (ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام) یا اپنے گھر کے ان افراد کے لیے جو آپ ﷺ کی زندگی میں اور آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے فوت ہوئے، صدقہ کرتے لیکن یہ چیز سنت سے ثابت نہیں ہے۔اور نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

"شیخ الحدیث صاحب" کے مبلغ علم کی داد دیجئے کہ انہوں نے ایصال ثواب کے ایک ایسے عقیدے کو جزو دین بنانے کی کوشش کی ہے جس کی قرآن وسنت میں کوئی نظیر نہیں ملتی! اور اس غیر اسلامی عقیدے کے ثبوت میں یہ قصہ نقل کر گئے ہیں کہ "ایک عالم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم شق ہوگئیں اور مُردے ان میں سے باہر نکل کر کوئی چیز جلدی جلدی چن رہے ہیں............"

خواب کے واقعہ کو بنیاد بنا کر دین اسلام کے مسلمہ اُصولوں کو جھٹلانا اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھانے کے مترادف ہے۔اے کاش تبلیغی بھائیوں کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ وہ "شیخ الحدیث صاحب" کی پیروی میں اصل منزل سے بہت دور ہو گئے ہیں۔

اور قبریں شق ہوگئیں

یہ سرخی پڑھ کر کہیں آپ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو گئے ہوں کہ قیامت گزر گئی اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔کیونکہ قبروں کا شق ہونا اور قیامت کا برپا ہونا لازم وملزوم ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴿الانفطار : ۴﴾ اور جب قبریں اُکھیڑ دی جائیں گی۔

یہ سرخی دراصل ہم نے اس قصے کی مناسبت سے جمائی ہے جو فضائل صدقات کے حوالے سے ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے" شیخ الحدیث صاحب" نے روض کے حوالے سے لکھا ہے کہ "حضرت

صالح مریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی شب میں آخیر رات میں جامع مسجد جا رہا تھا تا کہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں۔صبح میں دیر تھی راستہ میں ایک قبرستان تھا۔میں وہاں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں شق ہوگئیں اور ان سے مُردے نکل کر آپس میں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں۔ان میں ایک نوجوان بھی قبر سے نکلا جس کے کپڑے میلے اور وہ مغموم سا ایک طرف بیٹھ گیا۔تھوڑی دیر میں آسمان سے بہت سے فرشتے اترے جن کے ہاتھوں میں خوان تھے جن پر نور کے رومال ڈھکے ہوئے تھے۔وہ ہر شخص کو ایک خوان دیتے تھے۔جو خوان لے لیتا تھا وہ اپنی قبر میں چلا جاتا تھا۔جب سب لے چکے تو یہ جوان بھی خالی ہاتھ قبر میں جانے لگا۔میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے، تم اس قدر غمگین کیوں ہو، اور یہ خوان کیسے تھے۔اس نے کہا یہ خوان ان ہدایہ کے تھے جو زندہ لوگ اپنے اپنے مُردوں کو بھیجتے ہیں میرا کوئی اور تو ہے نہیں جو بھیجے ایک والدہ ہے مگر وہ دنیا میں پھنس رہی ہے۔اس نے دوسری شادی کر لی۔وہ اپنے خاوند میں مشغول رہتی ہے۔مجھے کبھی یاد نہیں کرتی۔میں نے اس سے اس کی والدہ کا پتہ پوچھا اور صبح کو اس پتہ پر جا کر اس کی والدہ کو پردے کے پیچھے بلایا۔اور اس سے اس کے لڑکے کا پوچھا اور یہ خواب سنایا۔اس عورت نے کہا بے شک وہ میرا لڑکا تھا میرے جگر کا ٹکڑا تھا۔میری گود اس کا بسترہ تھا۔اس کے بعد اس عورت نے مجھے ایک ہزار درہم دیئے کہ میرے لڑکے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے صدقہ کر دینا۔اور میں آئندہ ہمیشہ اس کو دعا اور صدقہ سے یاد رکھوں گی، کبھی نہ بھولوں گی۔حضرت صالحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا۔اور اس نوجوان کو بھی بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا۔وہ میری طرف کو دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ صالح حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔تمہارا ہدیہ میرے پاس پہنچ گیا"۔(فضائل صدقات : ۱۲۰،۱۲۱)

اس قصہ کے راوی کوئی حضرت صالح ہیں یا طالع جو بھی ہیں یقین مانیے انہیں خواب دیکھنے کا بہت شوق تھا۔آپ نے دیکھا کہ وہ رات کے پچھلے پہر تاروں کی روشنی میں یہ ارادہ کر کے گھر سے روانہ ہوئے تھے کہ صلوٰۃ الفجر جامع مسجد میں ادا کریں گے لیکن صبح طلوع ہونے میں کافی دیر تھی اس لیے

انہوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور راستے میں واقع قبرستان میں ایک قبر کے پاس آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے اور "شیخ الحدیث صاحب" کی خاطر ایک خواب دیکھنے لگے۔خواب اگرچہ بہت ڈراؤنا تھا (جیسا کہ خود انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا قبریں شق ہوگئیں، مُردے باہر نکل آئے اور آسمان سے فرشتے اُتر آئے) لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور قیامت جیسا ہولناک منظر اطمینان سے دیکھتے رہے۔اور اس قصہ کو انجام تک پہنچانے سے پہلے آنکھ نہ کھولی۔ابتدا ہی میں اگر ان کی آنکھ کھل جاتی تو خواب اُدھورا رہ جاتا اور یہ بات صرف "شیخ الحدیث صاحب" ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری تبلیغی جماعت کے لیے موجبِ نقصان ہوتی۔یعنی اس خواب کے قصہ میں جو سبق اور جو حکمت کی باتیں ہیں ان سے جماعت کے لاکھوں افراد محروم رہتے! چنانچہ تبلیغی بھائیوں پر واجب ہے کہ حضرت صالح کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور کوئی نہ کوئی ہدیہ ہمہ روز ان کی روح کے لیے بھیجتے رہا کریں کیونکہ انہوں نے سینکڑوں سال پہلے ان کے فائدے کے لیے اتنا بہترین خواب دیکھا تھا!

ہماری پریشانی یہ ہے کہ حضرت صالح کے اس خواب سے اللہ کے سچے دین کو جو نقصان ہو رہا ہے اس کا ازالہ کس طرح ہوگا۔قرآن پاک میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿المائدۃ : ١٠٩﴾

جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا پھر ان سے پوچھے گا تمہیں کیا جواب (اپنے مخاطبین کی طرف سے) دیا گیا تھا وہ عرض کریں گے ہمیں کچھ معلوم نہیں۔تو ہی غیب کی باتوں سے واقف ہے۔

امام بخاریؒ نے سورۃ المائدہ کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس ؓ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (ایک دن) خطبہ دیا۔فرمایا لوگو! تم اللہ کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ جمع کئے جاؤ گے پھر آپ ﷺ نے (سورۃ الانبیاء کی) یہ آیت پڑھی:

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿الانبیاء : ١٠٤﴾

جیسے کہ ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح) دوبارہ کریں گے۔یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، ہم

اسے کر کے رہیں گے۔

پھر فرمایا خبردار! قیامت کے دن ساری خلقت میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔اور میری اُمت کے کچھ لوگ حاضر کیے جائیں گے۔ان کو (فرشتے) بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے چلیں گے۔میں عرض کروں گا کہ اے میرے ربّ یہ لوگ تو میرے ساتھی ہیں۔کہا جائے گا آپ ﷺ نہیں جانتے آپ ﷺ کے بعد جو انہوں نے بدعتیں ایجاد کیں۔اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا "وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ" یعنی میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا جب تو نے مجھے (دنیا سے) اٹھا لیا اس کے بعد تجھی کو ان کی خبر ہے۔جواب ملے گا جب سے آپ ﷺ ان سے جدا ہوئے اس وقت سے برابر یہ لوگ (دین سے) ایڑیوں کے بل پھرتے رہے۔(بخاری؛ کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ المائدہ)

بتائیے سورۃ المائدہ کی درج بالا آیت اور بخاری کی اس حدیث سے کیا چیز ثابت ہوئی۔یہی نا کہ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔اور اس دنیا سے چلے جانے کے بعد دیگر انبیاء کی طرح اللہ کے آخری رسول ﷺ کو بھی معلوم نہیں کہ آپ کے مخاطبین نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد سے اب تک اُمت کی اکثریت اللہ کے دین سے کس حد تک دور ہو چکی ہے۔قرآن و حدیث کا موقف تو یہی ہے۔

لیکن شیخ الحدیث صاحب نے روض کے حوالے سے کسی صالح صاحب کے خواب کا جو قصہ نقل کیا ہے وہ اس موقف کے عین مخالف ہے اس قصہ میں ایک فوت شدہ جوان کے متعلق یہ بات آپ کے علم میں آچکی ہے کہ مرنے کے بعد بھی وہ دنیا کے حالات سے پوری طرح باخبر تھا اور برزخ کی آڑ اس کے لیے بے معنی تھی اسے یہ تک معلوم تھا کہ اس کی ماں نے اس کے مرنے کے بعد دوسری شادی کر لی ہے اور وہ ہر وقت اپنے خاوند کی خدمت میں مشغول رہتی ہے۔وہ یہ بھی جانتا تھا کہ شادی رچانے کے بعد اس کی ماں شہر کے فلاں علاقے میں قیام پذیر ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس جوان نے خواب میں صالح صاحب کو اپنی ماں کا صحیح صحیح پتہ بتلا دیا۔پتہ صحیح تھا اس لیے صالح کو اس کی ماں کا ٹھکانہ

تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ اور جب صالح صاحب نے اس کی ماں کی طرف سے عطا کیے گئے ہزار درہم اس جوان کے لیے خیرات کیے تو اس کی خبر بھی اسے ہوگئی یہی وجہ ہے کہ دوبارہ خواب میں آمنا سامنا ہونے پر اس نے اپنے محسن کو پہچان لیا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ ثابت ہوا کہ یہ تو جوان مردہ بھی عالم الغیب تھا۔

معاذ اللہ! اب تبلیغی بھائی خود ہی انصاف سے فیصلہ کریں کہ قرآن وحدیث کا موقف صحیح ہے یا جوان کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اس جھوٹے قصہ کی بنا پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس قصہ کے حوالہ سے ایک اور سوال ہم تبلیغی بھائیوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر ''شیخ الحدیث صاحب'' کے موقف کے مطابق عالم برزخ کے مکینوں کی عیش وعشرت اور راحت ومسرت کا انحصار زندہ انسانوں کے صدقات پر ہی ہے تو بتایئے جس بیچارے کا دنیا میں کوئی عزیز رشتہ دار نہ ہو تو اس کا کیا بنے گا۔ موت کے بعد اس کی محرومیوں کا علاج کون کرے گا؟ اور کیا یہ اس کے ساتھ انصاف ہے کہ اس کے پیچھے کوئی بھی صدقہ کرنے والا نہیں اس لیے وہ اُن فوائد سے محروم ہے!

دو راہبوں کا قصہ

روض کے حوالے سے ''شیخ الحدیث صاحب'' رقمطراز ہیں کہ ''ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی ایک پہاڑ پر رہتے تھے۔ ہر وقت عبادت ہی مشغلہ تھا میرے ساتھی کا گزر تو گھاس وغیرہ پر تھا۔ اور میرے لیے حق تعالیٰ شانہ' نے یہ انتظام فرما رکھا تھا کہ ایک ہرنی روزانہ آیا کرتی اور میرے قریب ٹانگیں چیر کر کھڑی ہو جاتی اور میں اس کا دودھ پی لیا کرتا پھر وہ چلی جاتی۔ بہت زمانہ اسی طرح گزر گیا کہ وہ ہرنی روزانہ آجایا کرتی اور میں اس کا دودھ پیتا تھا۔ میرے ساتھی کے قیام کی جگہ اس پہاڑ میں مجھ سے دُور تھی۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا ایک قافلہ یہاں قریب آکر ٹھہرا ہے۔ چلو قافلہ والوں کے پاس چلیں وہاں شاید کچھ دُودھ اور اس کے علاوہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں میسر آجائیں۔ میں نے اول تو بہت انکار کیا۔ لیکن جب اس نے بہت اصرار کیا تو میں بھی اس کے ساتھ ہولیا ہم دونوں قافلے میں پہنچے۔ ان لوگوں نے ہمیں کھانا کھلایا ہم کھانے سے فارغ ہو کر اپنی اپنی جگہ

واپس آگئے۔ اس کے بعد میں ہمیشہ اس ہرنی کے وقت پر اس کا انتظار کیا کرتا مگر اس کا آنا بند ہوگیا کئی دن کے انتظار کے بعد میں سمجھا کہ اس گناہ کی نحوست سے وہ روزی جس کی وجہ سے میں بے فکر تھا بند ہوگئی''۔ (فضائل صدقات : ۴۳۰،۴۳۱)

ہماری اس تحریر کے آئینے میں تبلیغی بھائی مسلسل یہ اذیت ناک تبصرہ سننے پر مجبور ہیں کہ ان کے ''شیخ الحدیث صاحب'' کی ہر پرواز دین اسلام کے عین مخالف اور ان کی ہر سوچ قرآن وسنت کے خلاف ہوتی ہے۔

اب اس قصہ ہی کو لیجیے جوان کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے روض کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اسے فضائل صدقات میں نقل کرنے کی کوئی تک نہیں تھی۔ کیونکہ اس قصہ میں رہبانیت کی تعلیم ہے اور رہبانیت اہل کتاب کا شیوہ ہے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ ﴿الحدید : ۲۷﴾

اور جہاں تک رہبانیت کی بات ہے تو یہ بدعت انہوں نے خود ایجاد کی ہم نے اسے ان کے اوپر فرض نہیں کیا۔

تبلیغی بھائیو! ذرا سوچو کہ اللہ کی سچی کتاب نے جس فعل کو بدعت قرار دیا ہے اور جس فعل کی اللہ کے آخری رسول ﷺ نے عملاً اور قولاً ہمیشہ حوصلہ شکنی کی ہے۔ اس غیر اسلامی فعل کو ''شیخ الحدیث صاحب'' نے ایک جھوٹے قصے کی مدد سے کس طرح خوشنما بنانے کی جسارت کی ہے۔ اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب آپ یہ جھوٹا قصہ لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں تو کس دین کی تبلیغ کرتے ہیں، اسلام کی.......... یا عیسائی رہبانیت کی؟

قصہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے پھوپھا کی غیب دانی کا

''شیخ الحدیث صاحب'' نے برکت کے موضوع پر اظہار خیال کرنے اور عہد رسالت کے بعض واقعات کو دلیل کے طور پر پیش کرنے کے بعد اپنی سرگزشت بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''اس بے

برکتی میں ایک اپنا ہی تجربہ خود اپنے ہی اوپر اور اپنی حماقت کا اظہار کرتا ہوں۔ مجھے بچپن میں بیت بازی کا بہت شوق تھا اور چونکہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی طرف سے باوجود ان کے تشدد اور سختیوں کے اس فعل پر نکیر نہ تھی۔ اس لیے یہ مرض ترقی پذیر تھا اور بلا مبالغہ ہر زبان کے ہزاروں شعر یاد تھے جواب نہیں رہے۔ میرا اہم ترین کھیل یہ تھا کہ میرے مخصوص اعزہ جب کہیں ایک جگہ اتفاقیہ جمع ہو جاتے تو یہ مشغلہ شروع ہو جاتا۔ مجھے اپنے ابتدائی مدرسی کے زمانہ میں ایک شب کے لیے کیرانہ جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں میرے پھوپھی زاد بھائی وکالت کرتے تھے۔ وہ بھی اس مشغلہ کے شوقین یا مریض تھے۔ میری وجہ سے اور بھی بعض اعزہ جمع ہو گئے۔ اور حسب معمول عشاء کی نماز کے بعد یہ بیکار مشغلہ شروع ہو گیا۔ سردی کا زمانہ تھا۔ انہوں نے تین سیر دودھ اس خیال سے منگوا کر رکھ لیا کہ رات کو دو تین مرتبہ تو چائے کا دور آخر چلے ہی گا۔ مگر اس خیال سے کہ ابھی تھوڑا سا وقت گذر جائے تو چائے پکائی جائے گی، چائے پکانے کی نوبت بھی نہ آئی تھی۔ میرے اندازہ کے موافق آدھ، پون گھنٹہ گزرا ہوگا۔ مجھے پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور باہر آیا تو آسمان کی جانب ایسی تیز سفیدی نظر آئی کہ حیرت ہوگئی۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سفیدی کیا چیز ہے۔ اس کے دیکھنے کے واسطے میں نے دوسرے اعزہ کو آواز دی۔ سب اس کو دیکھ کر متحیر تھے کہ یہ سفیدی کس چیز کی ہے۔ مختلف قیاسات کیے جا رہے تھے کہ چاروں طرف سے آذانوں کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ صبح صادق ہے وہ دن بھی عجیب حیرت میں گزرا کہ رات کہاں نکل گئی۔ اور اس کے بعد سے اب تک بھی جب خیال آجاتا ہے ایک سناٹا سا چھا جاتا ہے کہ اس رات میں اس قدر بے برکتی کیوں ہوئی۔ اور اب تو جب کبھی اس رات کا خیال آتا ہے تو حیرت کے علاوہ ایک عبرت اور افسوس بھی ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ساری عمر ہی اس رات جیسی ہوگی۔ اسی دن میرے موصوف بھائی نے اپنے والد یعنی میرے پھوپھا مولانا رضی الحسن صاحب کو جو ایک بزرگ ہستی حضرت قطب عالم گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے حدیث میں شاگرد تھے، خواب میں دیکھا، فرما رہے ہیں کہ میاں زکریا بھی کیسے بزرگ ہیں، اس طرح رات کو ضائع کر دیتے ہیں، کچھ انہی کی توجہ کا اثر ہوگا.......... (یعنی فوت شدہ پھوپھا کی توجہ کا اثر) کہ اس کے بعد سے پھر کبھی اس مشغلہ کی نوبت نہ آئی..........'' (فضائل صدقات: ۴۴۴، ۴۴۵)

اس سرگزشت کو فضائل صدقات کے عنوان سے تصنیف کی جانے والی کتاب میں نقل کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا کیونکہ اصل موضوع سے اس سرگزشت کا کوئی تعلق نہیں بنتا۔ بلکہ یہ سرگزشت ''شیخ الحدیث صاحب'' کے زمانۂ شباب کے مشاغل میں سے ایک مشغلہ (بیت بازی) اور پھر اس مشغلہ پر موصوف کی پشیمانی کی کہانی سناتی ہے۔ انسان کا اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر نادم اور پشیمان ہونا اچھی بات ہے کیونکہ ندامت کے بعد ہی انسان کا دل توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن ''شیخ الحدیث صاحب'' کی کتابوں میں پائے جانے والے انتہائی فحش قسم کے اشعار (جن میں سے کچھ فضائل اعمال کے تبصرے کے اختتام پر نقل کیے جا چکے ہیں اور کچھ آئندہ صفحات میں نقل کیے جائیں گے) اس بات کی شہادت پیش کر رہے ہیں کہ بیت بازی کے مشغلے سے موصوف نے مرتے دم تک توبہ نہیں کی۔ اور نہ اس سرگزشت سے ان کی توبہ کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس سرگزشت کے بیان سے ان کا اصل مقصد اپنے فوت شدہ پھوپھا مولوی رضی الحسن صاحب کو غیب دان ثابت کرنا تھا۔ جیسا کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے بتایا کہ ان کے پھوپھا نے خواب میں اپنے بیٹے سے شکوہ کیا کہ ''زکریا بھی کیسے بزرگ ہیں (اس فقرے میں یہ لطیفہ بھی خوب ہے کہ بیت بازی کا مشغلہ بچپن میں یا جوانی میں تھا اور بزرگی کی سند پہلے ہی مرحمت فرما دی گئی!) کہ اس طرح رات کو ضائع کر دیتے ہیں''۔

یہی ایک جملہ اس سرگزشت کا حاصل ہے۔ تبلیغی بھائیو! کیا اس جملے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے پھوپھا جی کو بیت بازی کی نذر ہونے والی کیرانہ کی اس رات کے ایک ایک لمحے کی خبر تھی!

اس سے پہلے والی سرخی کے تحت قرآن وحدیث کے دلائل سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ انبیاء بھی فوت ہونے کے بعد زندہ انسانوں کی دنیا کے حالات وواقعات سے قطعاً بے خبر ہیں اور ان میں سے کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ ان کی قوم اور آل اولاد کس حال میں ہے اور کون کیا کر رہے ہیں۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے فوت شدہ پھوپھا مولوی رضی الحسن صاحب گویا کہ جانتے تھے کہ

زکریا صاحب نے بیت بازی کے مقابلے میں رات ضائع کی ہے۔

تبلیغی بھائی فضائل صدقات میں مندرج ''شیخ الحدیث صاحب کی یہ سرگزشت لوگوں کے سامنے پڑھ کر یہی سمجھتے ہوں گے کہ وہ دین اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں کاش ان بیچارے عقیدت کے ماروں کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ یہ اسلام کی تبلیغ نہیں بلکہ شرک کا پرچار ہے۔ ایک تو ان واقعات سے مرے ہوئے لوگوں کی غیب دانی ثابت ہوتی ہے دوسرے اُن کے ''تصرف فی الامور'' کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے ارشاد ''کچھ انہی کی توجہ کا اثر ہوگا کہ.........'' سے ثابت ہے۔

قصہ ایک بزرگ کا جس کے حکم سے جمنا کا پانی تھم گیا

اس قصہ کی ابتداء ہی سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ قصہ گوئی کا فن ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنے والد صاحب سے سیکھا تھا۔ پڑھیے، لکھتے ہیں کہ ''میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے ایک قصہ اکثر سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک شخص کو پانی پت ایک ضرورت سے جانا تھا۔ راستہ میں جمنا پڑتی تھی، جس میں اتفاق سے طغیانی کی صورت تھی کہ کشتی بھی اس وقت نہ چل سکتی تھی۔ یہ شخص بہت پریشان تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ فلاں جنگل میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان سے جا کر اپنی ضرورت کا اظہار کر اگر کوئی صورت تجویز کر دیں تو شاید کام چل جائے، ویسے کوئی صورت نہیں۔ لیکن وہ بزرگ اوّل اوّل بہت خفا ہوں گے، انکار کرینگے، اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ یہ شخص وہاں گیا اس جنگل میں ایک جھونپڑی پڑی ہوئی تھی۔ اس میں ان کے اہل وعیال بھی رہتے تھے۔ اس شخص نے بہت رو کر اپنی ضرورت کا اظہار کیا کہ مقدمہ کی کل کو تاریخ ہے۔ جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اوّل تو انہوں نے حسب عادت خوب ڈانٹا کہ میں کیا کر سکتا ہوں، میرے قبضہ میں کیا ہے۔ اس کے بعد جب اس نے بہت زیادہ عاجزی کی تو انہوں نے فرمایا ''جمنا سے جا کر کہہ دو کہ ایک ایسے شخص نے مجھے بھیجا ہے جس نے عمر بھر نہ کچھ کھایا، نہ بیوی سے صحبت کی۔ یہ شخص واپس ہوا اور ان کے کہنے کے موافق عمل کیا جمنا کا پانی ایک دم رک گیا۔ یہ شخص پار ہو گیا۔ جمنا حسب معمول چلنے لگی۔ لیکن اس شخص کے واپس

ہونے کے بعد ان بزرگ کی بیوی نے رونا شروع کر دیا کہ تو نے مجھے ذلیل اور رسوا کیا۔ بغیر کھائے تو خود پھول کر ہاتھی بن گیا۔ اس کا تجھے اختیار ہے اپنے متعلق جو چاہے جھوٹ بول دے۔ لیکن یہ بات کہ تو کبھی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ اس بات نے مجھے رسوا کر دیا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ اولاد جو پھر رہی ہے، یہ سب حرام کی اولاد ہوئی۔ ان بزرگ نے اوّل تو عورت سے یہ کہا کہ تجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جب میں اولاد کو اپنی اولاد بتاتا ہوں پھر کیا اعتراض ہے۔ مگر وہ بے تحاشا روتی رہی کہ تو نے مجھے زنا کرنے والی بتادیا۔ اس پر ان بزرگ نے کہا غور سے سن، میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی اپنی خواہش نفس کے لیے کوئی چیز نہیں کھائی۔ ہمیشہ جو کھایا محض اس ارادہ اور نیت سے کھایا کہ اس سے اللہ کی اطاعت کے لیے بدن کو قوت پہنچے۔ اور جب بھی تیرے پاس گیا ہمیشہ تیرا حق ادا کرنے کا ارداہ رہا۔ کبھی اپنی خواہش کے تقاضہ سے صحبت نہیں کی''۔ (فضائل صدقات :۵۲۹، ۵۳۰)

بیوی نے بزرگ سے کیا شکوہ کیا اور کیوں اس کی آنکھیں ساون کی طرح برسنے لگیں اور بزرگ نے اس کی دلجوئی کے لیے کتنا مدلل اور خوبصورت جواب دیا؟ اس پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ یہ دونوں اس کہانی کے فرضی کردار ہیں ہم صرف اس شخص کے کردار پر تبصرہ کریں گے جسے ایک اہم کام کے لیے پانی پت جانا تھا اور جمنا اس کا راستہ روکے کھڑی تھی۔ اگرچہ یہ کردار بھی فرضی ہے لیکن اس پر تبصرہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کو ایک مجبور اور لاچار آدمی کے کردار میں پیش کر کے جنگل میں رہنے والے بزرگ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شریک اور ہمسر ثابت کرنے کی سعی نامراد کی گئی ہے۔ ان کا یہ نظریہ کیوں نہ ہو جب کہ علمائے دیوبند کے عقائد ہی ان کے ایمان کی اساس ہیں، ان کے نزدیک بزرگوں کی قبروں سے فیض حاصل ہوتا ہے؛ بحوالہ ''عقائد علماء دیوبند'' اس کے علاوہ ان کے نامور مفسر محمود الحسن نے تو بزرگوں سے استعانت کو جائز قرار دیا ہے۔ (تفسیر عثمانی تفسیر سورۃ الفاتحہ: آیت ۴)۔

دیکھیے کس قدر تضاد ہے تبلیغی جماعت کے افکار ونظریات میں کہ ان لوگوں کے منہ سے توحید باری تعالیٰ کی تائید میں میٹھے اور رسیلے بول سن کر مخاطب کو احساس ہوتا ہے کہ دنیا میں واحد یہ جماعت ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سرگرم عمل ہے۔ لیکن اس کے نصاب میں اس قسم کے شرکیہ اور کفریہ قصوں کی

بھر مار دیکھ کر ساری خوش فہمیاں ہوا ہو جاتی ہیں۔ کہاں ''اللہ سے ہونے اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے'' کی باتیں اور کہاں ''سب کچھ غیر سے ہونے'' کے ثبوت میں یہ جھوٹے قصے! اس قصے میں جس شخص کی مجبوری اور بے بسی کا راگ الاپا گیا ہے اس کی زبان پر جمنا سے بزرگ کی جھونپڑی کی طرف جاتے ہوئے اور جھونپڑی سے واپس جمنا تک آتے ہوئے کسی لمحے اور کسی مرحلہ پر اللہ کا نام نہیں آیا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص کٹر قسم کا مشرک تھا کہ مصیبت کی اس گھڑی میں بھی اسے اللہ یاد نہیں آیا۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ قصہ نقل کر کے اپنے پیروکاروں کو یہی تعلیم دی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی کبھی اس قسم کی مشکل میں پھنس جائے تو اللہ سے مدد واستغانت طلب کرنے کی بجائے کسی بزرگ کی چھوکٹ پر حاضر ہو کر فریاد کرے تو وہ بزرگ اس کی مشکل کشائی کر دیں گے کیونکہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کا کائنات کے بارے میں یہی نظریہ ہے کہ اس کا انتظام بزرگوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان بزرگوں کو موصوف عموماً قطب، غوث اور ابدال وغیرہ کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ کئی صدیوں سے اس اُمت کی اکثریت اسی نظریے کی قائل ہے کہ یہ بزرگ بڑے زور آور اور لامحدود اختیارات کے مالک ہوتے ہیں، عوام میں اس قسم کی کہانیاں زبان زد عام ہیں کہ پرانے بزرگوں میں سے ایک نے سورج کو اشارہ کیا تو سورج سوا نیزے کی مسافت پر آ کر ٹھہر گیا اور انہوں نے اس کی تپش سے غدود بھون کر تناول فرمائے، کسی نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو آسمان سے شکر کی بارش ہونے لگی، کسی کے حکم سے بہتا دریا تھم گیا وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا اصل موضوع تبلیغی جماعت ہے لیکن عوام کے حوالے سے دو چار باتیں درمیان میں اس لئے آ گئیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تبلیغی جماعت اور عوام الناس کے عقائد اور نظریات میں مکمل ہم آہنگی اور یکسانیت پائی جاتی ہے اور اس لحاظ سے ان کے مابین انیس بیس کا فرق بھی موجود نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اکثر ایسے ناخوشگوار واقعات سننے میں آتے رہتے ہیں کہ تبلیغ کے لیے آنے والوں کو لوگ مساجد سے باہر نکال دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر ان کے بارے میں ایک غلط رائے قائم کر لیتے ہیں اور تبلیغی نصاب کا مطالعہ نہیں کرتے۔

مُردے کا قرآن پڑھنا

روض کے حوالے سے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ''ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چُرایا کرتا تھا اس نے ایک قبر کھودی تو اس میں ایک شخص کو اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا ہے اور وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں ان کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے۔ اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا۔ تین دن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے قصہ پوچھا، اس نے سارا حال سنایا۔ بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی، اس سے پوچھا قبر بتا دے۔ اس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا، کہہ رہے ہیں اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کرے گا۔ اس نے عہد کیا نہیں بتاؤں گا''۔ (فضائل صدقات : ۶۵۹،۶۶۰)

تبلیغی بھائیو آپ نے غور فرمایا کہ جب لوگوں نے قبر کھود کر کفن چور کو نکالا تو اسوقت ان کو قبر میں نہ تو نہر بہتی ہوئی دکھائی دی اور نہ ہی مُردے کے سامنے قرآن کھلا ہوا دکھائی دیا۔ یہ منظر صرف کفن چور نے ہی دیکھا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ قصہ دیومالائی قصوں کی طرح سراسر جھوٹا ہے۔ اس سے پہلے فضائل اعمال کے حوالے سے قبر میں ایک مُردے کے نماز پڑھنے کا قصہ ہم آپ کو سنا چکے ہیں اور اب قبر میں مُردے کے قرآن پڑھنے کا یہ قصہ اس لیے آپ کو سنا رہے ہیں کہ شاید اس سے پہلے کسی نے آپ کو پڑھ کر نہ سنایا ہو۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے آپ کے اکابرین ایسی کوئی بات آپ کو نہیں بتاتے جس سے اُن کے اعتماد کو خطرہ ہو۔ اب اس مسئلہ کو قرآن سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۞ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ ۞ ﴿المومنون : ۱۵،۱۶﴾

پھر اس زندگی کے بعد یقیناً تم مر جاؤ گے۔ پھر قیامت کے دن تم (زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے۔

تبلیغی بھائیو! آپ نے غور کیا کہ قرآن کے لحاظ سے کسی مُردے کا قبر میں اُٹھ کر کھڑا ہونا یا بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرنا تو بالکل ناممکن ہے، لیکن ''شیخ الحدیث صاحب'' کے ذوقِ قصہ گوئی کو کیا

کہیے کہ انہوں نے اللہ کے سچے کلام کو نظر انداز کر کے ایک بے ضمیر کفن چور کے حوالے سے بیان کیے ہوئے قصے کو لاریب مان لیا۔ جس کتاب میں اس قدر بے بنیاد جھوٹے قصے اور خلاف قرآن باتیں ہوں کوئی صاحبِ ایمان ایسی کسی کتاب کو ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ کرے گا لیکن ذرا سوچیے کہ آپ اللہ کی پکڑ سے کس قدر بے خوف اور نڈر ہیں کہ ان کتابوں کو بغل میں دبائے قریہ قریہ، بستی بستی، اور شہر شہر گھومتے پھرتے ہیں اور اس میں بیان کردہ قصوں کے ذریعے شرک کے پرچار کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ غور کریجیے توبہ کے دروازے ابھی کھلے ہیں، یاد رکھیئے کہ مردہ تو قیامت تک مردہ ہی رہتا ہے یعنی بے روح یا بے جان۔

ایک قصہ جو وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ کا صریح انکار ھے

''شیخ الحدیث صاحب'' نے روض کے حوالہ سے لکھا ہے ''شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل کو ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا، اور تھوڑی دُور جا کر مر گیا۔ میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا۔ جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے۔ کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے'' (فضائل صدقات : ۶۶۰)

قرآن پاک میں اللہ جل شانہ کا فرمان ہے کہ:-

إِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ ۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِي الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِيۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِيۡ نَفۡسٌۢ بِاَيِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ﴿لقمٰن : ۳۴﴾

بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے، اور وہی بارش نازل کرتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ (ماؤں کے) پیٹوں میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس جگہ اسے موت آئے گی۔ بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری نے دو احادیث نقل کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَفَاتِيۡحُ الۡغَيۡبِ خَمۡسٌ ثُمَّ قَرَأَ إِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ..........''

(صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ لقمٰن)

غیب کی پانچ کنجیاں ہیں پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی یعنی کہ سورۃ لقمٰن کی اس آیت میں جن پانچ باتوں کا ذکر آیا ہے ان کا تعلق امور غیب سے ہے اور ان کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

لیکن فضائل صدقات میں مندرج محولہ بالا قصہ یہی بتا رہا ہے کہ شیخ ابو یعقوب سنوسی کے مرید کو پورا پورا علم تھا کہ وہ کل کو مر جائے گا۔ اور پھر دوسرے دن ٹھیک ظہر کے وقت اس نے اپنی جان دے دی اور ثابت کر دکھایا کہ جو اس نے کہا تھا بالکل صحیح تھا۔ اور یہی نہیں بلکہ قبر میں لیٹتے ہی اس نے آنکھوں کے دریچے کھول دیئے اور زندہ انسان کی طرح اپنے مرشد سے باتیں کرنے لگا یہ کسی ڈرامے کا پارٹ ہی ہو سکتا ہے۔ اب تبلیغی جماعت کے ''مفتی اور علامہ حضرات'' بتائیں کہ ان کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ ڈرامہ نقل کر کے سورۃ لقمان کی درج بالا آیت ہی نہیں بلکہ پورے قرآن کا کیسا مذاق اُڑایا ہے! اور ان کی جماعت نے ''شیخ الحدیث صاحب'' کی کتابوں کو نصاب میں شامل کر کے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے!

أَمۡوَاتٌ غَيۡرُ أَحۡيَآءٍ کا کفریہ مذاق

''شیخ الحدیث صاحب'' نے روض کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا میرا انگوٹھا چھوڑ دے مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے۔ یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے۔ اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ شیخ ابن الجلاؒ مشہور بزرگ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کے لیے تختہ پر رکھا تو ہنسنے لگے، نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے، کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی۔ ایک بزرگ ان کے رفیق آئے انہوں نے غسل دیا'' (فضائل صدقات : ۶۶۰)

اللہ کی سچی کتاب فوت شدہ گان کے بارے میں یہ بتاتی ہے کہ:

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿النحل : ۲۱﴾

وہ مُردے ہیں زندہ نہیں ہیں، انہیں تو اتنا بھی شعور نہیں کہ کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔

تبلیغی جماعت کے "مفتی اور علامہ حضرات" توجہ فرمائیں کہ "شیخ الحدیث صاحب" نے اللہ کے ارشاد کا کیسا انکار کیا ہے۔ ایک آیت کے مقابلہ میں دو جھوٹے قصے نقل کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ مرنے والے مرتے نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال فرما جاتے ہیں۔ انتقال کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ مرنے والے کو سطح زمین کے اوپر سے اٹھا کر اس کے اندر چھپا دیا جاتا ہے۔ جبکہ روح اور جسم کا آپس میں تعلق بدستور قائم رہتا ہے۔ جیسا کہ درج بالا قصوں سے ثابت ہے کہ ایک بزرگ کے مرید نے ان کا انگوٹھا پکڑ لیا اور دوسرے بزرگ کے والد محترم کو نہانے کے لیے تختہ پر رکھا گیا تو وہ ہنسنے لگے۔ سبحان اللہ! ان جھوٹے قصوں کے ذریعہ سے اللہ کی قانون کے ساتھ کیسا بھونڈا مذاق کیا گیا ہے۔ تبلیغی جماعت میں بے شمار ایم بی بی ایس ڈاکٹرز موجود ہیں، کوئی بتائے کہ کیا میڈیکل کی تاریخ میں اس قسم کا کوئی واقعہ آپ میں سے کسی نے پڑھا یا سنا ہے، کیا کسی مُردے نے آپ کا انگوٹھا پکڑا ہے، یا کسی مُردے کو آپ نے مسکراتے ہوئے دیکھا ہے......؟

تبلیغی جماعت کے ڈاکٹرز حضرات کی اطلاع کیلئے جو بغیر تحقیق کے اس جماعت میں شامل ہو گئے ہیں، عرض ہے کہ "شیخ الحدیث صاحب" نے صرف یہ قصے ہی نقل نہیں کئے بلکہ ان پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ "غرض صاحب روضؒ نے بہت سے واقعات ان مرمٹوں کے مرنے کے ایسے لکھے ہیں جن سے ان کا مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد نہایت بشاش ہونا، ہنسنا، مذاق کرنا، لطف اڑانا معلوم ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد کلام کرنے کے بعض واقعات حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں بھی ذکر کئے ہیں" (فضائل صدقات : ۶۶۰) (حافظ ابن عبدالبر قصہ گوئی کے فن میں بہت ماہر تھے۔ ان کی ولادت ۳۶۸ھ اور وفات ۴۶۳ھ میں ہوئی)

مُردہ اپنی قبر سے اٹھا اور اونٹ ذبح کرکے واپس چلا گیا

پہلے کی طرح یہ سرخی دیکھ کر بھی آپ چونک پڑے ہوں گے لیکن کیا کیا جائے قصہ ہی ایسا ہے "شیخ الحدیث صاحب" نے اتحاف نامی کسی کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "عرب کی ایک جماعت ایک مشہور سخی کریم کی قبر کی زیارت کو گئی دُور کا سفر تھا رات کو وہاں ٹھہرے ان میں سے ایک شخص نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا۔ وہ اس سے کہہ رہا ہے کہ تو اپنے اونٹ کو میرے بختی اونٹ کے بدلہ میں فروخت کرتا ہے (بختی اونٹ اعلیٰ قسم کے اونٹوں میں شمار ہوتا ہے جو اس میت نے ترکے میں چھوڑا تھا) خواب دیکھنے والے نے خواب ہی میں معاملہ کر لیا۔ وہ صاحب قبر اُٹھا اور اس کے اونٹ کو ذبح کر دیا۔ جب یہ اونٹ والا نیند سے اٹھا تو اس کے اونٹ کے خون جاری تھا، اس نے اٹھ کر اس کو ذبح کر دیا (کہ اس کی زندگی کی امید نہ رہی تھی) اور گوشت تقسیم کر دیا۔ سب نے پکایا، کھایا۔ یہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے۔ جب اگلی منزل پر پہنچے تو ایک شخص بختی اونٹ پر سوار ملا۔ جو یہ تحقیق کر رہا تھا کہ فلاں نام کا کوئی شخص تم میں سے ہے۔ اس خواب والے شخص نے کہا کہ یہ میرا نام ہے۔ اس نے پوچھا کہ تو نے فلاں قبر والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی ہے۔ خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب کا قصہ سنایا۔ جو شخص بختی اونٹ پر سوار تھا، اس نے کہا کہ وہ میرے باپ کی قبر تھی۔ یہ اس کا بختی اونٹ ہے۔ اس نے مجھے خواب میں کہا ہے کہ اگر تو میری اولاد ہے تو میرا بختی اونٹ فلاں شخص کو دے دے، تیرا نام لیا تھا۔ یہ بختی اونٹ تیرے حوالے ہے۔ یہ کہہ کر وہ اونٹ دے کر چلا گیا"۔ (فضائل صدقات : ۷۱۱،۷۱۲)

"شیخ الحدیث صاحب" نے اس قصہ پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "یہ سخاوت کی حد ہے کہ مرنے کے بعد بھی اپنی قبر پر آنے والوں کی مہمانی میں اپنے اصیل اونٹ کو فروخت کر کے آنے والوں کی مہمانی کی۔ باقی یہ بات کہ مرنے کے بعد اس قسم کا واقعہ کیونکر ہو گیا۔ اس میں کوئی محال چیز نہیں ہے کہ عالم ارواح میں اس قسم کے واقعات ممکن ہیں"۔ (فضائل صدقات: ۷۱۱،۷۱۲)

تبلیغی بھائیو! کیا یہ اکابر پرستی نہیں کہ ایسے من گھڑت اور خلاف قرآن اور بعید از عقل قصوں کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کرتے چلے جائیں!

پھر اسی پر بس نہیں بلکہ یہ فرمانا کہ "عالم ارواح میں ایسے واقعات ممکن ہیں" کیا یہ الفاظ اسلام کی جملہ تعلیمات ہی کے منافی نہیں "شیخ الحدیث صاحب" کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم ارواح ایک ایسا عالم ہے جہاں کوئی قانون اور ضابطہ کارفرما نہیں ہے۔ انسانی روحیں بالکل آزاد ہیں اور انہیں کھلی چھٹی ہے کہ جب چاہیں برزخ کو عبور کر کے عالم دنیا میں در آئیں اور جو چاہیں کریں۔ اسلام میں اس قسم کے کسی عالم کا بالکل کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ قرآن کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ جو ایک دفعہ موت سے ہم کنار ہو گیا وہ اس دنیا میں واپس نہیں آ سکتا۔ اس مضمون کی چند آیات ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں تبلیغی بھائیوں سے گذارش ہے کہ غور سے پڑھیں اور جھوٹے قصوں کی بجائے ان آیتوں کو اپنے عقیدے کی بنیاد بنائیں کہ یہی دین کا تقاضا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿يٰسٓ: ٣١﴾

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا کہ (اب) وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ○ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿المومنون: ٩٩، ١٠٠﴾

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ جاتی ہے تو کہتا ہے اے رب مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے ○ تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں یہ تو ایک بات ہے جو وہ (زبان سے) کہہ رہا ہے۔ اب ان کے پیچھے برزخ ہے اس دن تک جب وہ (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔

قرآن پاک کی یہ آیات اعلان کر رہی ہیں کہ کوئی بھی مرا ہوا شخص دنیا میں واپس نہیں آ سکتا۔ لیکن اس کے برخلاف "شیخ الحدیث صاحب" کا ارشاد ہے کہ یہ جو مُردے نے قبر سے اٹھ کر زائرین میں سے ایک آدمی کا اونٹ ذبح کیا ہے تو "اس میں کوئی محال چیز نہیں ہے۔ عالم ارواح میں اس قسم کے واقعات ممکن ہیں"۔

تبلیغی بھائی غور فرمائیں کہ اونٹ تو دنیا میں ذبح ہوا نہ کہ عالم ارواح میں۔ اس سلسلے میں ہم تبلیغی بھائیوں کے فائدے کے لیے ذیل میں صحیح مسلم کی ایک حدیث پیش کر رہے ہیں:

مسروقؒ سے روایت ہے کہ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سورۃ آل عمران کی اس آیت کے بارے میں پوچھا

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿آل عمران: ١٦٩﴾

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو وہ تو درحقیقت زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس (جنت میں) رزق پا رہے ہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم نے اس آیت کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہیں جس کے لیے عرش الٰہی سے معلق قندیلیں ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر قیام کرتے ہیں ایک بار ان کو ان کے رب نے دیکھا اور ان سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو انہوں نے کہا اب ہم کیا چاہیں گے۔ ہم تو جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ جب تک ہم کسی چیز کی فرمائش نہیں کریں گے ہمارا رب برابر پوچھتا رہے گا تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے (دنیاوی) جسموں میں پھیر دے تاکہ ہم دوسری مرتبہ تیری راہ میں قتل کیے جائیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اب ان کی کوئی خواہش نہیں (ماسوائے اس کے کہ یہ پھر دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں) تو اس نے پوچھنا چھوڑ دیا (صحیح مسلم کتاب الامارات باب فی بیان ان ارواح الشہداء فی الجنۃ)۔

اس سے ملتی جلتی ایک حدیث عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے سنن ابی داؤد کتاب الجہاد میں بھی وارد ہوئی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد شہدائے اُحد کے بارے میں ہے۔ اس مضمون کی ایک حدیث امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں نقل کی ہے۔ تبلیغی بھائیوں کے لیے اس میں بڑا سبق ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

"جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا بات ہے میں تم کو غم زدہ پا رہا ہوں؟ جابر ؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ والد صاحب (اُحد کی لڑائی میں) شہید ہو گئے اور ان پر قرض باقی ہے اور کنبہ بڑا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جابر کیا تمہیں یہ بات نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سے بھی بغیر پردے کے بات نہیں کی مگر تمہارے باپ سے آمنے سامنے ہو کر کہا کہ عبداللہ مانگو تم کو دوں گا۔ تمہارے باپ نے کہا اے ربّ مجھے پھر دنیا میں واپس لوٹا دے تا کہ میں دوسری بار تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔ اس پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے یہ بات کہی جا چکی ہے کہ لوگ دنیا سے چلے آنے کے بعد پھر اس کی طرف واپس نہ جا سکیں گے"۔ (ترمذی کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ آل عمران)

صحابی رسول جابر ؓ کے والد اور دیگر شہدائے اُحد تو اللہ سے والہانہ دعا و التجا کے باوجود دنیا میں واپس نہ آ سکے۔ حالانکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اصرار پر ہی خواہش کا اظہار کیا تھا وہ بھی کسی دنیاوی مقصد کے لیے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا کے حصول کے لیے تھا کہ وہ اس کی راہ میں دوبارہ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کے لیے واپس آنا چاہتے تھے۔ لیکن "شیخ الحدیث صاحب" کے بیان کردہ قصہ میں مذکور صاحبِ قبر کے تصرف و اختیار اور علم غیب، ہمت و جرأت اور "قوت و جبروت" کا اندازہ کیجئے کہ جونہی اس کے علم میں یہ بات آئی کہ عرب کی ایک جماعت اس کی قبر کی زیارت کے لیے حاضر ہوئی ہے تو سخاوت کے جذبے نے اس کی روح کو تڑپا دیا۔ دنیا سے چونکہ بالکل خالی ہاتھ قبر میں آیا تھا اور مہمانوں کی خاطر مدارت کے لیے کوئی چیز اس کو میسر نہیں تھی اس لیے اس نے پہلا کام یہ کیا کہ زائرین میں ہی سے ایک شخص کے خواب میں وارد ہو کر اس سے اونٹ کا سودا کر لیا۔ سودا طے پانے کے بعد اس نے ایک لمحہ بھی تاخیر نہیں کی اور قبر پر پڑی مٹی اور دیگر رکاوٹوں کو دور کر کے قبر سے باہر آ گیا، زائرین خوابِ استراحت کے مزے لے رہے تھے اس نے ان کی بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اونٹ کو ذبح کر ڈالا۔ صاحبِ قبر چونکہ قول کا سچا اور عہد کا پکا تھا اس لیے قبر میں واپس جاتے ہی اس نے دوسرا کام یہ کیا کہ اپنے فرزند ارجمند کے خواب میں وارد ہو کر اسے اپنا بختی اونٹ اس شخص کے حوالے کرنے کا حکم دیا، جس کا اونٹ مہمانوں کی ضیافت کے لیے اس نے ذبح کیا تھا۔ لختِ جگر کو اس شخص

کا نام بھی بتا دیا تا کہ اسے تلاش کرنے میں دشواری نہ ہو۔ غور کیجئے کس کس عقیدے پر اس قصے کے ذریعے ضرب نہیں لگائی گئی۔ اور تبلیغی بھائیو! یہی وہ نصاب اور یہی وہ "خزینۃ العلم" ہے نا جس کو لیے آپ لوگ قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر گھومتے پھرتے ہیں اب آپ غور سے سوچئے کہ ایسے نصاب کی بنیاد پر کی جانے والی تبلیغ سے لوگ ہدایت پائیں گے یا گمراہی؟ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ اس قسم کے سارے ہی قصے اہل تصوف نے گھڑے اور اپنے ملفوظات میں جمع کر دیئے اور وہیں سے لے کر ان کے پرستار اُن کو اپنی کتابوں کی زینت بناتے ہیں اور آپ کو جان لینا چاہیے کہ تصوف یا طریقت اسلام کے متوازی اور مدمقابل ایک دین ہے، جس کے عقائد و نظریات قرآن و حدیث کے یکسر خلاف ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اہل تصوف کے بارے میں امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں درج ذیل روایت لا کر ان کے دین کی پارسائی اور سچائی کا پول کھول دیا ہے۔ امام مسلمؒ نے لکھا ہے کہ:

محمد بن یحییٰ بن سعید القطان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد یحییٰ نے فرمایا کہ ہم نے صالحین (صوفیاء کو اس زمانے میں صالحین اور اہل خیر کے نام سے پکارا جاتا تھا) سے زیادہ کسی کو حدیث کے معاملے میں جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا۔ ابن ابی عتاب (راوی) کہتے ہیں کہ پھر میں خود محمد بن یحییٰ سے ملا اور میں نے اس بات کی جو مجھ تک پہنچی تھی ان سے تصدیق چاہی۔ انہوں نے کہا ہاں میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ...... جھوٹ ان کی زبانوں پر بے ساختہ جاری ہو جاتا ہے چاہے ان کا جھوٹ بولنے کا ارادہ نہ بھی ہو" ﴿مقدمہ صحیح مسلم﴾

ذرا سوچئے روایت حدیث میں جو لوگ جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے، ان سے منسوب قصوں اور کہانیوں کی بھلا کیا حیثیت ہو سکتی ہے! امید ہے کہ بات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہو گی اب دیکھنا یہ ہے کہ "شیخ الحدیث صاحب" اپنے نوک قلم سے جو جال بُن کر گئے ہیں اس سے گلوخلاصی کے لیے آپ کیا کرتے ہیں۔

ایک قصہ " انك لا تسمع الموتىٰ " کے جواب میں

یہ قرآن پاک کی سورۃ النمل کی آیت نمبر ۸۰ کے ابتدائی الفاظ ہیں۔ مطلب ان کا یہ ہے کہ "تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے"۔ "شیخ الحدیث صاحب" نے اس کے جواب میں اتحاف کے حوالے سے

ایک جھوٹا قصہ نقل کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گویا غلط اور بے معنی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) ان کے نظریے کے مطابق سائل کو سوال کرنے اور اپنی داستان غم بیان کرنے کا سلیقہ آتا ہو تو مُردے کو سنانا مشکل اور ناممکن نہیں ہے۔ مُردے زندہ انسانوں کی طرح سنتے ہیں بلکہ مُردوں کی قوت سماع زندہ انسانوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ قصہ شیخ الحدیث کی زبانی سماعت فرمایئے۔ لکھتے ہیں کہ ''مصر میں ایک صاحب خیر شخص تھے۔ جو اہل ضرورت اور فقراء کے لیے چندہ کر دیا کرتے تھے۔ جب کسی کو کوئی حاجت پیش آتی تو وہ ان سے کہتا وہ اہل ثروت لوگوں سے کچھ مانگ کر اس کو دے دیا کرتے۔ ایک فقیر ان کے پاس گیا اور کہا میرے لڑکا پیدا ہوا ہے، میرے پاس اس کی اصلاح کے انتظام کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ صاحب اٹھے اور لوگوں سے اس کے لیے مانگا لیکن کہیں سے کچھ نہ ملا (کہ جو آدمی کثرت سے مانگتا رہتا ہو اس کو ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے) یہ سب سے مایوس ہو کر ایک سخی کی قبر پر گئے اور اس کی قبر پر بیٹھ کر یہ سارا قصہ بیان کیا اور وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔ اور واپس آکر اپنے پاس سے ایک دینار نکالا اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیے۔ ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا اور دوسرا اس فقیر کو دے دیا کہ یہ میں قرض دیتا ہوں تم اس سے اپنا کام چلا لو۔ جب تمہارے پاس کہیں کچھ آجائے تو میرا قرض ادا کر دینا۔ وہ لے کر چلا گیا اور اپنی ضرورت پوری کر لی، رات کو ان صاحبِ دینار نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا۔ وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہاری بات تو ساری سن لی تھی مگر مجھے جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی، تم میرے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ مکان کے فلاں حصہ میں چولہا بن رہا ہے اس کے نیچے ایک چینی کا مرتبان گڑھا ہوا ہے اس میں پانچ سو اشرفیاں ہیں، وہ اس فقیر کو دے دیں۔ یہ صبح اٹھ کر اس کے مکان پر گئے اور گھر والوں سے سارا قصہ اور اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے اس جگہ کو کھودا اور وہ مرتبان پانچ سو اشرفیوں کا نکال کر اس کے حوالے کر دیا اس شخص نے کہا کہ خواب کوئی شرعی چیز نہیں، تم لوگ اس مال کے وارث اور مالک ہو، اس لیے میں محض اپنے خواب کی وجہ سے اس کو نہیں لیتا۔ مگر ان وارثوں نے اصرار کیا کہ جب وہ مر کر سخاوت کرتا ہے تو بڑی بے غیرتی ہے کہ ہم زندہ سخاوت نہ کریں۔ ان کے اصرار پر اس نے وہ اشرفیاں لے کر اس کو

دے دیں اور سارا قصہ سنایا۔ اس نے ان میں سے ایک دینار لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک ان صاحب کو اپنے قرضہ کی ادائیگی میں دیا اور دوسرا ٹکڑا اپنے پاس رکھ کر کہا میری ضرورت کو تو یہ کافی ہے۔ باقی یہ سب رقم میری ضرورت سے زائد ہے اس کو لے کر کیا کروں گا، وہ سب فقراء پر تقسیم کر دی''۔

(فضائل صدقات : ۷۱۶، ۷۱۷)

وطن کے چپے چپے پر فوت شدہ سخیوں کے مزار مرجع خلائق ہیں۔ اور ہر سخی کے متعلق اس قسم کے قصے کہانیاں مشہور ہیں جو ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔ ان میں سے کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بے اولاد کو اولاد عطا کرتے ہیں۔ کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بیماروں کو شفا دیتے ہیں اور اکثر کے متعلق سننے میں آتا ہے کہ حضرت وسیع اختیارات کے مالک ہیں، مانگنے والا جو مانگے عطا کرتے ہیں، ان کے در سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا۔ لیکن ''شیخ الحدیث صاحب'' نے جو قصے بیان کیے ہیں وہ تو سب سے نرالے ہیں اس سے پہلے آپ ان کی زبانِ شعلہ بیان سے ایک سخی کا قصہ سن چکے ہیں کہ اس نے اپنی قبر سے باہر آکر زائرین کی تواضع کے لیے اپنے ہاتھ سے اونٹ ذبح کیا اور پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ اب ایک اور سخی کے متعلق بتا رہے ہیں کہ اس نے اپنی قبر سے باہر آنے کی زحمت نہیں کی بلکہ اندر ہی اندر ایسی تدبیر کی ایک مجبور و بے نوا شخص کی دلی مراد پوری ہوگئی۔ ہوا یہ کہ مصر کے ایک صاحبِ خیر مشرک کو ایک فقیر کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جب دھرتی کے سینے پر آباد بے رحم انسانوں نے چندہ دینے سے انکار کر دیا، اور ہر طرف سے مایوس اور نا اُمید ہو کر ایک فوت شدہ سخی کی قبر پر حاضر ہوا، اور الحاح وزاری سے اپنی محرومی اور کم نصیبی کی داستان سنائی تو سخی صاحب نے قبر پر پڑی ہوئی منوں مٹی کے نیچے سے سب کچھ سن لیا۔ اور اس کے بعد جو کاروائی کی، فضائل صدقات کے حوالے سے آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ تبلیغی بھائیو! آپ کو کچھ پتہ چلا ''شیخ الحدیث صاحب'' نے آپ کے راستے میں کتنے بڑے بڑے گڑھے کھودے ہوئے ہیں اگر آپ ان گڑھوں میں گرنا ہی چاہتے ہیں تو شوق سے گریں لیکن اللہ کی مخلوق پر ترس کھایئے اور یوں منظم طریقہ سے لوگوں کو ہلاکت و بربادی کی طرف نہ بلایئے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک جھوٹے قصہ کی

بنیاد پر "شیخ الحدیث صاحب" سماع موتی کے غیر اسلامی عقیدہ کو بزعم خویش حق ثابت کر کے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ جبکہ سورۃ النمل کی ایک آیت کے حوالے سے آپ پر واضح کیا جاچکا ہے کہ "مُردے نہیں سنتے"۔ ذیل میں سورۃ فاطر کی چند آیات پیش کی جارہی ہیں شاید ان آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ کی ہدایت کا سامان کردے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿فاطر: ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲﴾

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور اندھیرے اور روشنی برابر نہیں۔ اور سایہ اور دھوپ برابر نہیں۔ اور زندہ اور مُردے برابر نہیں، بے شک اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے (لیکن) آپ قبر میں مدفون لوگوں کو نہیں سنا سکتے۔

"شیخ الحدیث صاحب" کی بات کا بھرم رکھنے کے لیے اگر آپ ان واضح اور محکم آیات کی یہ تاویل کریں گے کہ یہاں اِسمَاعٌ (سنانے) کی نفی مقصود ہے۔ سَمَاعٌ (سننے) کی نہیں، تو عرض یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کا کلام فصاحت و بلاغت اور جامعیت کی صفات سے متصف ہے۔ جب اِسمَاعٌ کی نفی ہوگئی تو سَمَاعٌ کی نفی خود ہی ہوگئی کیونکہ اِسمَاعٌ (سنانا) اسی صورت میں ممکن ہے جب مخاطب میں سَمَاعٌ (سننے) کی صلاحیت پائی جاتی ہو۔ یہاں آپ قلیب بدر کے مُردوں کے سماع کا واقعہ سماع موتی کی تائید میں بطور دلیل اس لیے نہیں پیش کر سکتے کہ اس واقعہ کا تعلق نبی ﷺ کے معجزات سے ہے۔ لہٰذا آپ کے لیے دین و دنیا کی بھلائی اسی میں ہے کہ آپ اللہ کی آیات پر بلاچون وچرا ایمان لے آئیں۔ اور "شیخ الحدیث صاحب" اور ان کے غیر اسلامی عقیدہ سے برأت و بیزاری کا اعلان کردیں۔ آپ اللہ سے ہونے اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کی بات کرتے ہیں لیکن یہ بات "شیخ الحدیث صاحب" کے عقیدہ سے میل نہیں کھاتی۔ پچھلے اوراق میں تبلیغی نصاب کے کتنے ہی اقتباسات نقل کر کے دو اور دو چار کی طرح یہ بات ثابت کی جاچکی ہے کہ "شیخ الحدیث صاحب"

کائنات کے انتظام میں غیر اللہ کی شرکت کے قائل تھے۔ ذرا غور کیجیے کہ کفن پوش سخی صاحب کا زائرین کی تواضع کے لیے اونٹ ذبح کرنا، ایک مُردے کا فقیر کی امداد کے لیے پانچ سو اشرفیاں عطا کردینا اور جنگل میں رہنے والے تارک دنیا بزرگ کا پیغام سنتے ہی بپھری ہوئی جمنا کے ہوش ٹھکانے آجانا اور اپنا پانی روکنے پر مجبور ہوجانا، کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے تصرفات میں شرک نہیں! کیا آپ نے شرک کو معمولی گناہ سمجھا ہے کہ نمازوں کی کثرت اور شکل وصورت کی تبدیلی سے معاف ہوجائے گا ہرگز نہیں۔ کیا آپ نے اللہ کا یہ قانون کتاب اللہ میں لکھا ہوا نہیں دیکھا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿النساء: ۱۱۶﴾

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں دور جا پڑا۔

شرک اتنا بڑا جرم ہے اور مالکِ کائنات کو اس قدر ناپسند ہے کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کو ان الفاظ میں متنبہ کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿الزمر: ۶۵﴾

اور (اے نبی ﷺ) آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف بھی یہی وحی بھیجی گئی تھی کہ اگر (بفرض محال) آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے سب اعمال برباد ہوجائیں گے اور آپ خاسرین میں ہوجائیں گے۔

شرک کی مذمت میں نبی ﷺ کے بے شمار احادیث بھی تواتر سے وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے دو آپ کے فائدے کے لیے ذیل میں نقل کی جارہی ہیں:

"عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے جب اللہ کے رسول ﷺ کو سیر کرائی گئی (شب معراج کو) تو آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور وہ ساتویں آسمان میں ہے، زمین سے جو چڑھتا ہے وہ یہیں آکر ٹھہر جاتا ہے، پھر لے لیا جاتا ہے، اور جو اوپر سے اترتا ہے وہ بھی یہیں ٹھہر جاتا ہے، پھر لے لیا

جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (سورۃ النجم میں) فرمایا جب سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپتی تھیں وہ چیزیں جو ڈھانپتی تھیں، یعنی سونے کے پتنگے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں۔ ایک تو پانچ نمازیں، دوسری سورۃ البقرہ کی آخری آیات، تیسرے آپ کی اُمت میں سے جو شخص اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے اس کی مغفرت کا وعدہ"۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان؛ باب الاسرا بر سول ﷺ)

ثابت ہوا کہ شرک کرنے والوں کو اللہ ہرگز نہیں بخشے گا۔

"ابوھریرہ ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے۔ تو ہر ایک نبی نے جلدی کر کے وہ دعا (دنیا ہی میں) مانگ لی۔ اور میں اپنی دعا کو روکے ہوئے ہوں روزِ قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لیے۔ اور اللہ نے چاہا تو میری شفاعت ہر ایک امتی کے لیے ہوگی بشرطیکہ اس کی موت اس حال میں واقع ہوئی ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہو"۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان؛ باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بھی شرک کرنے والوں کی شفاعت نہیں کریں گے۔ اب آپ سوچ لیجیے کہ شرک کرنے والوں کا انجام کیا ہوگا۔

تبلیغی بھائیو! تبلیغ کی اہمیت اور اس کی ضرورت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿آل عمران : ١٠٤﴾

اور تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

تبلیغی بھائی اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہیں کہ تبلیغی جماعت ہی درج بالا آیت کی صحیح مصداق ہے۔ کیونکہ ہر فرقہ اور ہر گروہ اپنے اپنے طریقے پر تبلیغ کا فریضہ ادا کر ہی رہا ہے۔ لیکن وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ (تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے) کے الفاظ اس موقف کی تائید نہیں کرتے۔ صاف نظر آرہا ہے کہ قرآن کے ان الفاظ میں حصر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یعنی شانِ نزول کے اعتبار

سے اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں۔ چنانچہ اس آیات کا اطلاق بالعموم اسی جماعت پر ہوسکتا ہے جو جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی طرح ایمانِ خالص کی بنیاد پر تشکیل پائی ہو، جس کے افراد اپنے آپ کو مومن اور مسلم کے نام سے متعارف کراتے ہوں، جو کسی فرقے کے مبلغ نہ ہوں بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی طرح جن کا نصب العین اللہ کے سچے دین کی تبلیغ واشاعت ہو، جن کے عقائد ونظریات کلیۃً اللہ کی کتاب کے موافق ہوں اور جن کا کردار وعمل سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو، جو کسی بھی حال میں دین کے اصولوں پر سمجھوتہ کرنے کے لیے راضی نہ ہوں، جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی طرح حق کی خاطر ڈٹ جانے اور اللہ کے وقار اور اس کے جاہ وجلال کی خاطر معاشرے سے کٹ جانے کا حوصلہ رکھتے ہوں، جن کے قلوب میں وقت کے طواغیت اور ان کے پرستاروں کے لیے ذرا بھی نرم گوشہ نہ ہو، جو کسی لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کھول کھول کر بیان کرنے کی صلاحیت وہمت رکھتے ہوں۔ اللہ گواہ ہے کہ عہدِ رسالت سے لے کر آج تک ہر دور میں اس طرز کی ایک جماعت دنیا میں موجود رہی ہے اور روزِ قیامت تک موجود رہے گی۔

جیسا کہ اللہ کے سچے رسول ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی ہے:

لَا تَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ مَا يَضُرُّهُمْ مَنْ كَذَّبَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ

(صحیح بخاری کتاب التوحید؛ باب قول اللہ تعالیٰ انما قولنا لشیء)

میری اُمت میں ایک جماعت برابر اللہ کے حکم پر قائم رہے گی کوئی ان کو جھٹلانے اور ان کی مخالفت کرنے والا ان کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے اور وہ اسی حال میں ہوں گے

اور یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ اس قسم کی جماعت لاکھوں کی تعداد میں نہیں ہوسکتی بلکہ ان خصوصیات کے حامل افراد دنیا میں خال خال ہی ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے اپنے ماحول میں حتی المقدور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ چند رٹے رٹائے جملوں کی بجائے قرآن کی زبان میں لوگوں سے بات کرتے ہیں۔ اور جھوٹے قصوں کی بجائے اللہ کی آیتوں کے

ذریعے لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ فضائل صدقات کے اسی اقتباس پر ہم تبلیغی جماعت پر تبصرہ ختم کرنا چاہتے تھے لیکن ورق گردانی کرتے کرتے ایک اور قابل ذکر قصہ سامنے آگیا ہے۔ یہ بھی سن ہی لیجئے تاکہ حجت تمام ہو جائے۔

ایک جنتی جوڑے کی دنیا میں ملاقات کا دلچسپ قصہ

''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنی من پسند کتاب روض کے حوالے سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ''حضرت عبدالواحد بن زیدؒ جو مشائخ چشتیہ میں مشہور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ میں تین رات تک مسلسل یہ دعا کرتا رہا کہ یا اللہ جنت میں جو میرا رفیق ہو اس کی مجھے دنیا میں ملاقات کرادے۔ تین دن کے بعد مجھے بتایا گیا کہ تیری ساتھی میمونہ سوداء ہے (جو ایک حبشی عورت تھیں اتنی کالی کہ ان کا لقب ہی سوداء ہو گیا تھا) میں نے پوچھا وہ کہاں ملیں گی۔ مجھے بتایا گیا کہ کوفے کے فلاں قبیلے میں ہیں۔ میں ان سے ملنے چل دیا۔ کوفہ پہنچ کر میں نے ان کا حال دریافت کیا بتایا گیا کہ وہ بکریاں چرایا کرتی ہیں، فلاں جنگل میں ہیں۔ میں اس جنگل میں پہنچا، وہ ایک گدڑی اوڑھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ ان کے قریب ہی بکریاں اور بھیڑئے اکٹھے چر رہے تھے۔ جب میں پہنچا تو انہوں نے اپنی نماز مختصر کر کے سلام پھیرا اور سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگیں، عبدالواحد آج نہیں، آج تو چلے جاؤ ملاقات کا وعدہ کل کو (قیامت میں) ہے۔ میں نے ان سے کہا اللہ تم پر رحم فرمائے تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میں عبدالواحد ہوں۔ کہنے لگیں تمہیں معلوم نہیں کہ روحیں (ازل میں) سب ایک لشکر کی طرح مجتمع تھیں جن کا وہاں آپس میں تعارف ہو گیا ان کا یہاں بھی تعارف ہو جاتا ہے۔ (یہ ایک حدیث کا مضمون ہے جو مشہور حدیث ہے) میں نے اُن سے کہا مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ کہنے لگیں بڑے تعجب کی بات ہے جو خود واعظ ہو وہ دوسروں سے نصیحت کی درخواست کرے.......... میں نے پوچھا کہ تمہاری بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ ہی چر رہی ہیں۔ بھیڑئے ان کو کچھ کہتے نہیں؟ کہنے لگیں جا اپنا کام کر، میں نے اپنے سردار سے صلح کر لی ہے۔ اس نے میری بکریوں اور بھیڑیوں میں صلح کرادی''۔

(فضائل صدقات: ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳)

اُمید ہے کہ یہ قصہ پڑھ لینے کے بعد آپ کے ذہن میں گذشتہ اوراق میں مقدمہ صحیح مسلم کے حوالے سے منقول حدیث کے بڑے اماموں میں سے ایک یعنی یحییٰ بن سعید القطان کا یہ قول کہ ''تم اہل خیر (صوفیاء) سے زیادہ کسی کو بھی حدیث کے معاملہ میں جھوٹا نہ دیکھو گے'' اور مسلم کا یہ قول کہ ''جھوٹ ان کی زبانوں پر بے ساختہ جاری ہو جاتا ہے چاہے جھوٹ بولنے کا ان کا ارادہ نہ بھی ہو'' تازہ ہو گیا ہوگا۔ اس سے پہلے آپ نے کسی جنتی مرد اور عورت کا فرشِ خاک پر بے حجابانہ ملاقات کا قصہ کبھی نہیں سنا ہوگا۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد قصہ ہے اس کے جھوٹا ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس کے آغاز ہی میں ابہام ہے۔ دیکھئے شیخ عبدالواحد چشتی صاحب فرمارہے ہیں کہ ''میں تین رات تک مسلسل یہ دعا کرتا رہا کہ........ تین دن کے بعد مجھے بتایا گیا کہ تیری ساتھی میمونہ سوداء ہے''، شیخ عبدالواحد چشتی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ انہیں یہ بات کس طرح بتائی گئی۔ کیا موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ باتیں کیں یا جبرائیل امین وحی لے کر نازل ہوئے۔ تبلیغی بھائی اگر ''شیخ الحدیث صاحب'' کی لاج رکھنے کے لیے الہام کی بات کریں تو ہم ان پر واضح کیے دیتے ہیں کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کی وفات کے بعد وحی کی طرح الہام کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

''ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے اگلی اُمتوں میں محدث ہوا کرتے تھے میری امت میں کوئی ایسا ہوتا تو عمرؓ ہوتا''

(صحیح بخاری فضائل اصحاب النبی ﷺ؛ باب مناقب عمر بن الخطابؓ)

''ابوھریرہؓ سے مروی دوسری روایت اسطرح ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ گذرے ہیں کہ ان سے کلام کیا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ میری اُمت میں اس طرح کا کوئی آدمی ہوتا تو عمرؓ ہوتا''۔

(صحیح بخاری فضائل اصحاب النبی ﷺ؛ باب مناقب عمر بن الخطابؓ)

صحیح مسلم میں اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم سے پہلی اُمتوں میں محدث ہوا کرتے تھے میری اُمت میں اگر کوئی ایسا شخص ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتا۔

اس حدیث کے راوی ابن وھب نے حدیث میں مذکور لفظ ''محدثون'' کی تفسیر میں کہا ''ملھمون'' یعنی جن کو الہام کیا جاتا تھا''

(صحیح مسلم کتاب الفضائل؛ باب من فضائل عمر بن الخطاب ؓ)

ان روایات سے ثابت ہے کہ عمرؓ کو بھی الہام وغیرہ نہیں ہوتا تھا مزید ثبوت کے طور پر بخاری کی یہ روایت پیش خدمت ہے۔

''روایت ہے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے زمانے میں وحی کی بنا پر بعض لوگوں کا مواخذہ کیا جاتا تھا۔ لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے (کیونکہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کی وفات ہو چکی ہے) اب ہم تم کو تمہارے ظاہری اعمال پر پکڑیں گے، جو شخص ظاہر میں نیک کام کرے گا اسی پر ہم اعتماد کریں گے اور اسی کو دوست بنائیں گے اس کے باطن سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اور جو ظاہر میں برے کام کرے گا ہم نہ تو اس پر بھروسہ کریں گے اور نہ ہی اس اسے سچا جانیں گے اگرچہ وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ میرا باطن اچھا ہے''۔

(صحیح بخاری کتاب الشہادۃ؛ باب الشھداء العدول)

چنانچہ جب عمرؓ کو بھی جملہ فضائل کے باوجود الہام کی سعادت حاصل نہیں ہوئی تو کسی اور کے الہام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی ان احادیث کی روشنی میں ہم واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالواحد چشتی صاحب نے یہ جو فرمایا کہ ''مجھے بتایا گیا کہ تیری ساتھی میمونہ سوداء ہے'' ناقابل اعتبار اور جھوٹی بات ہے۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے کسی علمی دلیل کے بغیر محض اپنے ذوق طبع کی بنا پر ان کی قصہ گوئی کا اعتبار کر لیا۔ دوسری دلیل اس قصہ کے جھوٹا ہونے کی یہ حیرت انگیز انکشاف ہے کہ جنگل میں بکریاں چرانے والی کالی کلوٹی میمونہ سوداء نے پہلی نظر میں ہی اپنے ہونے والے شوہر یعنی کہ دوسری زندگی کے ہم سفر کو پہچان لیا اور معذرت خواہانہ لہجے میں بولی ''عبدالواحد آج چلے جاؤ ملاقات کا وعدہ کل کو ہے''۔

تبلیغی بھائی ہمارے اس سوال کا جواب دیں کہ اس ''حور ارضی'' کو کیونکر معلوم ہوا کہ اس کی خدمت میں حاضر ہونے والے اجنبی شخص کا نام عبدالواحد ہے اور یہی وہ محبوب اور مقدس ہستی ہے جس

کے ساتھ قیامت کے بعد ان کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا ہے۔ کیا یہ حور غیب دان تھی؟ ظاہر ہے کہ آپ کے پاس ہمارے اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ قرآن پاک کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ آپ کی اطلاع کے لیے صرف ایک آیت پیش کی جا رہی ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿النمل : ٦٥﴾

کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

آپ کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ قصہ نقل کر کے قرآن کی بے شمار آیات کا انکار کیا ہے۔ اس انتہائی سنگین جرم کے باوجود اگر آپ لوگ ان کو اپنا ہادی و رہبر مانتے ہیں اور ان کی کتابوں کو سینے سے لگاتے ہیں تو آپ کی بصارت اور بصیرت پر داد دینے کو دل چاہتا ہے!

تیسری دلیل اس قصہ کے جھوٹا اور ناقابل یقین ہونے کی یہ ہے کہ جب اس ''حور ارضی'' کے منگیتر نے استفسار کیا کہ ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں عبدالواحد ہوں'' تو اس نے بخاری کی ایک حدیث سے غلط استدلال کرتے ہوئے کہا کہ ''تمہیں معلوم نہیں کہ روحین سب ایک لشکر تھیں جن کا وہاں آپس میں تعارف ہو گیا ان کا یہاں بھی تعارف ہو جاتا ہے''۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو صرف عبدالواحد چشتی اور میمونہ سوداء ہی کا باہم تعارف کیوں ہوا، باقی سب لوگوں سے کیوں یہ بات صیغہ راز میں رکھی گئی؟ تبلیغی بھائی بتائیں کہ اس جوڑے کی کیا خصوصیت تھی کہ یوم حساب سے پہلے ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں جنتی ہیں اور ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر جنت کے باغوں میں سیر کریں گے۔

اب ہم تبلیغی بھائیوں کی معلومات کے لیے بخاری کی وہ حدیث اصل متن کے ساتھ نقل کر رہے ہیں جس سے فضائل صدقات میں مندرج ڈرامے کی ہیروئن سے غلط استدلال کرایا گیا۔ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

الارواح جنو دمجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف

(بخاری کتاب بداء الخلق؛ باب الارواح جنود مجندۃ)

سب روحیں جمع شدہ لشکروں کی صورت میں تھیں، جن کی وہاں آپس میں جان پہچان تھی ان کی یہاں بھی آپس میں محبت ہوتی ہے اور جو وہاں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھیں یہاں بھی ان کے مابین اختلاف ہوتا ہے۔

اس حدیث سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جن روحوں کی اس عالم محسوس میں وارد ہونے سے پہلے آپس میں جان پہچان ہوتی ہے ان کے درمیان یہاں انسانی پیکر میں آنے کے بعد بھی قدرتی طور پر محبت پائی جاتی ہے اس سے تھوڑا ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ "جن کا وہاں آپس میں تعارف ہوتا ہے ان کا یہاں بھی تعارف ہو جاتا ہے" قصہ گو (عبدالواحد چشتی) کا یہ بیان کہ سیاہ فام حور جو گدڑی اوڑھے نماز پڑھ رہی تھی "اور ان کے قریب ہی بکریاں اور بھیڑئے اکھٹے چر رہے تھے، اس قصے کے جھوٹے ہونے کی چوتھی دلیل ہے۔ اس جملے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ بھیڑئے بھی بکریوں کی طرح گھاس ہی چر رہے تھے۔ آج تک تو یہی سنا ہے کہ بھیڑئے گھاس نہیں چرتے۔ لیکن جس زمانے کا یہ قصہ ہے شاید اس زمانے میں گھاس چرنے والے بھیڑیوں کی کوئی خاص نسل دنیا میں پائی جاتی ہو جو ڈائینوسار کی طرح بعد میں مرور زمانہ کی وجہ سے معدوم ہو گئی ہو!

صد شکر کہ عبدالواحد چشتی نے یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ بکریاں اور بھیڑئے اکھٹے چر رہے تھے اگر وہ جوش خطابت میں یہ فرما دیتے کہ بھیڑئے، بکریوں کے تھنوں سے منہ لگائے دودھ پی رہے تھے تو اس صورت میں بھی "شیخ الحدیث صاحب" شاید اس قصہ کو نقل کرنے میں تامل نہ کرتے!

بہرکیف ہمارے لیے یہ بات ناقابلِ قبول ہے کیونکہ اس قصے میں بھیڑیوں کو ان کی جبلت کے خلاف بکریوں کے شانہ بشانہ چرتے ہوئے دکھایا گیا ہے! یہ بات اس لیے ناقابل قبول ہے کہ یہ علامات قیامت میں سے ہے۔ جیسا کہ سورۃ التکویر میں علامات قیامت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿التکویر: ۵﴾

اور جب وحشی جانور اکھٹے کیے جائیں گے۔

لیکن کوئی بات خواہ کتنی ہی ناقابل یقین اور ناممکن ہو "شیخ الحدیث صاحب" چٹکیوں میں اسے ممکن بنا دیتے ہیں اس قصے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "یہ عجیب بات میں نے اپنے چچا جان مولانا الیاس صاحب کے یہاں ہمیشہ دیکھی ہے کہ ان کے مکان میں کئی کئی بلیاں اور مرغیاں تمام دن مکان میں اکھٹی پھرتی رہتیں، پڑی گری چیز کھاتی رہتیں، نہ وہ مرغیاں، بلیوں سے بھاگتیں نہ وہ بلیاں مرغیوں کو کچھ کہتیں"۔ (بحوالہ ایضاً)

تبلیغی بھائی غور کریں کہ سورۃ التکویر کی ایک آیت نے اس سارے قصہ ہی کو لغو اور بے بنیاد ثابت کر دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی مرغیوں اور بلیوں کے اکھٹا چرنے چگنے پر اعتراض کرتا ہے تو اس کو معلوم ہو "شیخ الحدیث صاحب" نے واضح کر دیا ہے کہ جن مرغیوں اور بلیوں کا قصہ وہ بیان کر رہے ہیں وہ عام قسم کی مرغیاں اور بلیاں ہرگز نہیں تھیں وہ تو ان کے چچا جان مولوی الیاس صاحب (تبلیغی جماعت کے بانی) کے گھر کی رونق تھیں۔ اور یہ بھی تبلیغی جماعت کی امتیازی صفت ہے کہ اس جماعت کے افراد اختلافِ عقائد کے باوجود لوگوں سے جوڑ پیدا کرنے اور موحد و مشرک اور عالم و جاہل کو چھ خود ساختہ نمبروں پر متفق کرنے کا فن جانتے ہیں۔ لہٰذا دل کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ بانی جماعت جناب مولوی الیاس صاحب کی مرغیاں، بلیوں سے دوستی نبھانے اور ان سے جوڑ پیدا کرنے کا گر بھی بخوبی جانتی ہوں گی!

یہ ہے وہ نصاب جو "شیخ الحدیث صاحب" نے نبی آخر الزمان ﷺ کی اُمت کی اصلاح کے لیے مرتب کیا ہے! اب جبکہ تبلیغی نصاب پر تبصرہ ختم ہوا چاہتا ہے اور حسب دستور ہم حرف آغاز سے لے کر یہاں تک کے مباحث کا ایک مرتبہ پھر سرسری نگاہ سے جائزہ لیتے ہیں تو قرآن پاک کی ایک آیت رہ رہ کر ہمیں یاد آتی ہے۔ آپ بھی پڑھ لیجیے آپ کا دل ضرور گواہی دے گا کہ ہم نے یہ آیت بر محل نقل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَالْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِعِلْمٍ
وَّيَتَّخِذَهَاهُزُوًاأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿لقمن : ٦﴾

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو لغو حکایات خریدتا ہے تاکہ بے علمی سے لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کردے اور اس کی ہنسی اڑائے۔ ان لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

قرآنِ پاک کی اسی آیت پر تبلیغی نصاب پر تبصرہ مکمل ہوگیا ہے۔ جبکہ فضائل کے سلسلے کی دو کثیر الاشاعت کتابیں ابھی باقی ہیں۔ چونکہ تبلیغی جماعت میں یہ کتابیں بھی بہت مقبول ہیں اور ان کا بھی ذوق وشوق سے مطالعہ کیا جاتا ہے اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ بیان میں ان کا جائزہ پیش کردیا جائے تاکہ تبلیغی جماعت کے عقائد ونظریات کے بارے میں کسی کے ذہن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے اور ہر بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے۔ ان میں سے ایک کتاب کا نام فضائل حج اور دوسری فضائل درود ہے۔

فضائل حج

"شیخ الحدیث" مولوی محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی یہ کتاب (فضائل حج) کئی ادارے شائع کررہے ہیں ہمارے پاس تاج کمپنی کی مطبوعہ کتاب ہے جس کے تین سو اٹھائیس (۳۲۸) صفحات ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ صرف ایک سو تیس (۱۳۰) صفحے حج وعمرے سے متعلق ہیں اور اس کے علاوہ جو مواد اس کتاب میں ہے اس کا اصل موضوع سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ حج وعمرے کے بیان میں بھی جابجا شرکیہ قصے نقل کرکے حج وعمرہ کو بازیچہ اطفال بنادیا گیا ہے ان اساطیر کی چند جھلکیاں آپ آنے والے اوراق میں دیکھ لیں گے۔ لیکن سب سے پہلے ہم فضائل حج کی وجہ تالیف سے متعلق آپ کو "شیخ الحدیث صاحب" کے ارشادات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ابتدائیہ میں لکھتے ہیں کہ "میرے چچازاد بھائی عزیزی الحافظ الحاج مولوی محمد یوسف سلمہ، جوالولد سر لابیہ کے ضابطہ کے موافق اس ایمانی تحریک کی دعوت میں اپنے والد صاحب (مولوی الیاس) کے قدم بقدم اور اس جذبے میں ان کے صحیح اور حقیقی وارث ہیں، ان پر دو سال سے

حجاز میں اس تحریک کو فروغ دینے کا جذبہ ہے .... اس کے علاوہ حجاج کی جماعت جو ہر سال ہزاروں کی تعداد میں حج کو جاتی ہے، وہ حج کے فضائل اور ثمرات اور برکات سے ناواقفیت اور آدابِ حج کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے جس دینی جذبے اور جن برکات کے ساتھ اس کو واپس آنا چاہیے، اس سے اکثر خالی ہاتھ واپس آتی ہے۔ ان وجوہ سے عزیزی موصوف کا دو سال سے اصرار تھا کہ حج وزیارت کے فضائل میں بھی چند احادیث کا ترجمہ اُمت کے سامنے پیش کروں تاکہ حج کو جانے والے حضرات ان احادیث کی برکت سے اسی ذوق وشوق کے ساتھ جائیں جو ان کے شان کے مناسب ہو اور حج سے واپسی بھی انہی دینی جذبات کے ساتھ ہو جو اس مبارک اور نہایت اہم عمل کے مناسب ہو ...." (فضائل حج : ۶،۷)

ان ارشاداتِ عالیہ سے ثابت ہے کہ "شیخ الحدیث صاحب" نے امت کے فائدے کے لیے ہی اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا بالخصوص ان کا مقصد حجاج اور عازمین حج کی ذہنی واخلاقی تربیت کرنا تھا اور ان کو حج کے آداب وفضائل سے آگاہ کرنا تھا لیکن قلم ہاتھ میں لیتے ہی ان کی نیت بدل گئی اور فضائل حج پر چند احادیث بیان کرنے کے بعد وہ "فضائل حج" کا پیٹ اس قسم کے مواد سے بھرتے چلے گئے کہ اس کتاب سے استفادہ کرکے کوئی شخص سفر حج کی مشقتوں اور دولت کے ضیاع کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا! بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ اس کتاب میں پائے جانے والے شرکیہ مضامین سے اثر قبول کرکے بے شمار لوگ اپنا حج اور عمرہ برباد کرچکے ہوں گے۔ فضائل حج کے بارے میں ہمارے اس موقف میں کتنا وزن ہے اس کا فیصلہ آئندہ سطور کا مطالعہ کرکے خود آپ کا ضمیر کرے گا۔

ایک صوفی اور شیطان کی باہمی ملاقات کا دلچسپ واقعہ

لیجیے، بانی جماعت مولوی الیاس کے صاحبزادے مولوی محمد یوسف صاحب کے اصرار پر لکھی گئی کتاب (فضائل حج) کا پہلا اقتباس ملاحظہ فرمائیے "شیخ الحدیث صاحب" رقمطراز ہیں کہ "صوفیہ میں سے ایک صاحبِ کشف کا قصہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ ان کو عرفہ کے دن شیطان نظر آیا کہ بہت کمزور ہورہا ہے، چہرہ زرد پڑا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، کمر سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا جاتا وہ

جھک رہی ہے۔ ان بزرگ نے اس سے پوچھا تو کیوں رو رہا ہے۔ اس نے کہا مجھے یہ چیز رلا رہی ہے کہ حاجی لوگ بلا تجارت وغیرہ کے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ مجھے یہ ڈر اور رنج ہے کہ وہ پاک ذات ان کو نامراد نہیں رکھے گی، اس غم میں رو رہا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو دُبلا کیوں ہو گیا ہے؟ اس نے کہا گھوڑوں کی آوازوں سے جو ہر وقت اللہ کے راستوں میں (حج، عمرہ، جہاد وغیرہ) پھرتے ہیں۔ کاش یہ سواریاں میرے راستے (لہو ولعب، بدکاری، حرام کمائی وغیرہ) میں پھرتیں تو مجھے کیسی اچھی لگتیں۔ انہوں نے فرمایا تیرا رنگ ایسا زرد کیوں پڑ گیا؟ اس نے کہا کہ لوگ ایک دوسرے کو نیکیوں پر آمادہ کرتے ہیں، اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اگر یہ آپس کی امداد واعانت گناہوں کے کرنے میں ہوتی تو میرے لیے کس قدر مسرت کا سبب ہوتی۔ انہوں نے فرمایا تیری کمر کیوں جھک گئی ہے؟ اس نے کہا بندہ ہر وقت کہتا ہے کہ یا اللہ خاتمہ بالخیر عطا کر۔ ایسا شخص جس کو اپنے خاتمہ کا ہر وقت فکر ہے کب اپنے کسی عمل پر گھمنڈ کرے گا''۔ (فضائل حج : ۱۹)

تبلیغی بھائیو! اس سے پیشتر ہم اس بات کے کئی ثبوت پیش کر چکے ہیں کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' شریعت کی بجائے دین تصوف (خانقاہی دین) کے علمبردار تھے۔ امام غزالی کے حوالے سے کسی صاحبِ کشف کا یہ قصہ جو انہوں نے فضائل حج کے ابتدائی صفحات میں نقل کیا ہے، اس بات کا تازہ ثبوت ہے۔ اب بھی اگر آپ کو ہماری بات پر اعتبار نہ آئے تو یہ ناانصافی ہوگی ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ قصہ یوم عرفہ کی فضیلت کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ اس جھوٹے قصہ سے یوم عرفہ کی کیا فضیلت ثابت ہوئی۔ اس طرح کا کوئی واقعہ آج تک کسی صاحبِ ایمان کے ساتھ پیش نہیں آیا اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ شیطان لعین کا انسانی شکل میں نظر آنا نبی ﷺ کے دور کے بعد تو ثابت نہیں اور قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴿الاعراف : ۲۷﴾

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے

قطع نظر اس سے کہ جن وانس کی اکثریت شیطان کی دوست اور رفیق ہے تاہم شیطان خود

بے حجابانہ کسی کے سامنے نہیں آتا بلکہ وہ چھپ چھپا کر اور پردے میں مستور رہ کر ہی اپنا کام کرتا ہے۔ سورۃ الاعراف کی اس آیت میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے البتہ معجزات کی بات اور ہے کہ یہ عام قانون سے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی ﷺ نے فرمایا کہ گذشتہ رات ایک خبیث جن نے میری نماز توڑنے کے لیے مجھ پر حملہ کر دیا یا ایسا ہی کچھ فرمایا۔ لیکن اللہ نے اس کو میرے قابو میں کر دیا، میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں صبح کو تم سب اس کو دیکھو، پھر مجھ کو بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی کہ اے ربّ مجھ کو ایسی حکومت عنایت کر جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو۔ روح (راوی) نے کہا کہ پھر آپ ﷺ نے ذلت کے ساتھ اس کو بھگا دیا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ ص)

یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے حملہ آور ہونے والے شیطان جن کو دیکھ لیا لیکن اس پر گرفت پانے کے باوجود اس کو باندھنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو دکھانا آپ ﷺ نے نامناسب جانا کیونکہ اُسی وقت آپ ﷺ کو احساس ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم میں صرف سلیمان علیہ السلام کو شیاطین جنات پر حکومت کا حق دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی سورۃ ص اور سورۃ سبا میں تفصیلاً مذکورہ ہے۔ صحیح بخاری کی ایک اور حدیث سے ثابت ہے کہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مسلسل تین راتوں تک شیطان ایک انسان کے روپ میں آتا رہا لیکن وہ بھی اس کو شناخت نہیں کر پائے۔ امام بخاریؒ نے اس ضمن میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ کو صدقہ فطر کی حفاظت پر مامور کیا، ایک آنے والا آیا اور لپ بھر بھر کر اناج لینے لگا، میں نے اس کو پکڑا، میں نے کہا اللہ کی قسم میں تجھ کو رسول ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا میں محتاج ہوں بال بچے والا ہوں اور بہت ضرورت مند ہوں لہٰذا میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے پوچھا، ابوھریرہ گذشتہ رات کو تیرے قیدی کا کیا حال ہوا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے بڑی محتاجی اور عیالداری کا شکوہ کیا۔ مجھے رحم آیا میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خبردار رہ وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا۔ چنانچہ دوسری رات پھر یہی واقعہ پیش آیا اور تیسری رات

جب وہ آیا تو میں نے کہا اب میں تجھے ضرور رسول ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ کہنے لگا مجھ کو چھوڑ دے میں تجھ کو چند کلمات بتاتا ہوں جس کا اللہ تجھ کو فائدہ دے گا۔ میں نے کہا وہ کون سے کلمات ہیں۔ اس نے کہا جب تو سونے کے لیے اپنے بستر پر جائے تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ تیرا نگہبان رہے گا اور صبح تک شیطان تیرے پاس نہ پھٹکے گا۔ یہ سن کر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول ﷺ نے پوچھا! ابوھریرہ ؓ رات کو تیرے قیدی کا کیا ہوا میں نے سب ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا (آیۃ الکرسی کی فضیلت کے بارے میں) اس نے سچ کہا حالانکہ وہ بڑا جھوٹا ہے، اے ابوھریرہ ؓ جانتے ہو تین راتوں سے کون تیرے پاس آتا رہا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شیطان ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الوکالۃ؛ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا ....)

تبلیغی بھائیو! آپ نے دیکھا کہ صحابی رسول ﷺ ابوھریرہ ؓ کے پاس شیطان مسلسل تین راتوں تک آتا رہا لیکن وہ اس خبیث کو نہیں پہچان پائے۔ لیکن آپ کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے امام غزالی کے حوالے سے ایک جھوٹا قصہ نقل کر کے کسی صاحبِ کشف صوفی کی یہ فضیلت بتائی ہے کہ اس نے پہلی ہی نظر میں شیطان کو اس طرح پہچان لیا جس طرح کوئی دوست اپنے دیرینہ دوست کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے! اور اس ملاقات کے دوران شیطان نے اپنا دکھڑا بھی بالکل اسی انداز سے سنایا جس طرح کہ ایک بے تکلف دوست کو سنایا جاتا ہے۔ غور فرمایا آپ نے! اور سنیئے:

زین العابدین (علی بن حسین ؓ) کے حج کا قصہ

گزشتہ اوراق میں آپ زین العابدین (علی بن حسن ؓ) کی نماز کا یہ قصہ فضائل اعمال کے حوالے سے پڑھ آئے ہیں کہ ''وہ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے اور یہ کہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا''۔ اب فضائل حج کے حوالے سے آنجناب کے حج کا قصہ سماعت فرمایئے۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' رقمطراز ہیں کہ ''حضرت علی زین العابدینؒ نے جب حج کے لیے احرام باندھا تو چہرہ زرد ہو گیا اور بدن پر کپکپی آگئی اور لبیک نہ کہہ سکے۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ

نے احرام کے شروع میں لبیک نہیں کہی تو فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے جواب میں لَالَبَّیْکَ نہ کہا جائے ''یعنی تیری حاضری معتبر نہیں'' اس کے بعد بڑی مشکل سے لبیک کہا تو غشی آگئی اور اونٹنی پر سے گر گئے اس کے بعد جب لبیک کہتے یہی حال ہوتا۔ سارا حج اسی طرح پورا کیا''۔ (فضائل حج : ۲۳،۲۴)

بلاتبصرہ

قصہ ایک بزرگ کا جن کو ستر (۷۰) برس تک لبیک کے جواب میں لالبیک کی آواز سنائی دیتی رہی

''شیخ الحدیث صاحب'' نے کسی حوالے کے بغیر یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ''ایک بزرگ مکہ مکرمہ میں ستر (۷۰) برس رہے اور برابر حج اور عمرہ کرتے رہے لیکن جب وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتے اور لبیک کہتے تو جواب لالبیک ملتا۔ ایک مرتبہ ایک نوجوان نے ان کے ساتھ ہی احرام باندھا اور ان کو جب لبیک کا جواب ملا تو اس نے بھی سن لیا تو وہ کہنے لگا چچا جان! آپ کو تو لالبیک کہا گیا۔ کہنے لگے کہ بیٹا تو نے بھی سنا اس نے کہا میں نے بھی سنا ہے۔ اس پر شیخ روئے اور کہنے لگے کہ بیٹا میں تو ستر (۷۰) برس سے یہی جواب سن رہا ہوں۔ جوان نے کہا پھر آپ کیوں اتنی مشقت ہمیشہ اٹھاتے ہیں؟ شیخ نے کہا کہ بیٹا اس کے سوا اور کون سا دروازہ ہے جس کو پکڑ لوں، اور اس کے سوا اور کون میرا ہے جس کے پاس جاؤں! میرا کام تو کوشش ہے، وہ چاہے رد کرے یا قبول کرے۔ بیٹا! غلام کو یہ زیبا نہیں کہ وہ اتنی بات کی وجہ سے آقا کے در کو چھوڑ دے۔ یہ کہہ کر شیخ رو پڑے۔ حتیٰ کہ آنسو سینے تک بہنے لگے۔ اس کے بعد پھر لبیک کہی تو جوان نے بھی سنا کہ جواب میں کہا گیا کہ ہم نے تیری پکار کو قبول کر لیا اور ہم ایسا ہی کرتے ہیں ہر ایک شخص کے ساتھ جو ہمارے ساتھ حسنِ ظن رکھے، بخلاف اس کے جو اپنی خواہشات کا اتباع کرے، اور ہم پر اُمیدیں باندھے۔ جوان نے جب یہ جواب سنا تو کہنے لگا چچا جان! تم نے بھی یہ جواب سنا؟ شیخ یہ کہہ کر کہ میں نے سن لیا اتنے روئے کہ چیخیں نکل گئیں''۔ (فضائل حج : ۲۴،۲۵)

چونکہ اس قصہ کو ''شیخ الحدیث صاحب'' نے فضائل حج میں جگہ دی ہے، اس لیے تبلیغی بھائیوں کو تو اس میں عیب والی کوئی بات نظر آنی محال ہے لیکن ہمیں یہ قصہ اسلامی تعلیمات کے سو فیصد

مخالف محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ لبیک کے جواب میں کسی نام نہاد بزرگ کو ستر (۷۰) برس تک لا لبیک کی صدا سنائی دینا اور آخری مرتبہ مالک عرش کی طرف سے یہ ارشاد ہونا کہ ''ہم نے تیری پکار کو قبول کر لیا ہے اور ہم ایسا ہی کرتے ہیں............'' جلی وحی کی قسم سے ہے۔ جبکہ وحی کی یہ قسم نبوت کی مقتضی ہے۔ صاف عیاں ہے کہ تصوف کے کسی روگی نے یہ ڈرامہ تیار کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب ان کے شیوخ سلوک کی منزلیں طے کرتے کرتے مقام نبوت تک پہنچ جاتے ہیں تو ان پر وحی کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد قصہ نہیں ہے بلکہ اس مضمون کے ہزاروں قصے عوام میں مشہور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہر خاص و عام اور عالم و جاہل اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ صوفی کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست رابطہ ہوتا ہے اور اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات حکم الٰہی کا درجہ رکھتی ہے۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے بھی یہی کچھ ثابت کرنے کے لیے اس قصہ کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی مقصد ان کے پیش نظر نہیں تھا۔ اے کاش تبلیغی بھائیوں کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' انہیں جس پٹڑی پر چڑھا گئے ہیں وہ آگے سے ٹوٹی ہوئی ہے۔ اور جس گاڑی میں وہ سوار ہیں وہ چند میل کا سفر طے کرنے کے بعد انتہائی خوفناک حادثے کا شکار ہونے والی ہے!

قصہ ایک بدنصیب نوجوان کا جسکی روح لبیک کہتے ہی پرواز کرگئی

مسامرات نامی کسی کتاب کے حوالے سے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ دردناک قصہ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ''ابو عبداللہ جلاء کہتے ہیں کہ میں ذوالحلیفہ میں تھا۔ ایک نوجوان نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا، اور وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ میرے ربّ مجھے ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں اور تو لا لبیک کہہ دے۔ کئی مرتبہ یہی کہتا رہا آخر ایک مرتبہ اس نے زور سے لبیک اللھم کہا اور اسی میں اس کی روح نکل گئی''۔ (فضائل حج : ۲۵)۔

یہ بھی مذکورہ ماقبل قصے کی طرح ہے جس پر کیا گیا تبصرہ اس کے لیے کافی ہے۔

ایک لطیفہ

تبلیغی بھائیو! یہ لطیفہ تاج کمپنی نے فضائل حج کے آخر میں ڈسٹ کور پر لکھا ہے لکھتے ہیں کہ

''اس کتاب میں وہ روایتیں نہیں ہیں جنھیں حق وصداقت سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ نہ وہ حکایتیں ہیں جن کی بنیاد جھوٹ اور دروغ پر ہوتی ہے۔ اس کتاب میں دماغ سوزی اور عرق ریزی سے عربی زبان کی ان روایتوں اور حکایتوں کا سلیس اور شگفتہ اُردو میں ترجمہ پیش کیا ہے جو اپنی اثر آفرینی اور افادیت کے اعتبار سے اس کی مستحق ہیں کہ ہر مسلمان مرد، ہر مسلمان عورت، ہر مسلمان لڑکا، اور ہر مسلمان لڑکی انہیں پڑھے۔ یہ روایتیں اور حکایتیں زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں۔ یہ زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتی ہیں۔ ان میں وہ سب کچھ ہے جس کی ایک مسلمان ہی کو نہیں، ہر انسان کو اپنی زندگی بنانے، تعمیر کرنے اور سلجھانے کے سلسلہ میں ضرورت پیش آتی ہے۔

ع عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ اس عمل کا پیام ہے جو جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے''۔

تاج کمپنی قرآن پاک اور دیگر اسلامی کتب شائع کرنے والا بہت بڑا ادارہ ہے۔ یہ ادارہ جو کتاب شائع کرتا ہے منافع کمانے کے لیے ہی شائع کرتا ہے۔ اور یہ مقصد اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب اس کی مطبوعات زیادہ سے زیادہ تعداد میں فروخت ہوں۔ چنانچہ اس نقطہ نظر سے ''فضائل حج'' کے بارے میں درج بالا تشہیری جملے نہایت موزوں ہیں۔ لیکن تاج کمپنی کے ارباب اختیار سے ہم معذرت کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ''فضائل حج'' میں درج یہ خوبصورت جملے تحقیق کے بعد لطیفہ ثابت ہو رہے ہیں!

چھ آدمیوں کے طفیل چھ لاکھ کا حج مقبول ہوا

''شیخ الحدیث صاحب'' نے بغیر کسی حوالے کے یہ پُرکشش اور امید افزا قصہ فضائل حج میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''علی بن موفق کہتے ہیں کہ میں عرفہ کی شب میں منیٰ کی مسجد میں ذرا سویا تو میں نے خواب میں دیکھا دو (۲) فرشتے سبز لباس پہنے ہوئے آسمان سے اترے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ تو اس پوچھنے والے نے خود ہی کہا کہ چھ لاکھ آدمی ہیں۔ اس نے پھر سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان میں

سے کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ اس نے خود ہی بتایا کہ ان میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا۔ یہ کہہ کر دونوں آسمان کی طرف چلے گئے۔ ابن موفق کہتے ہیں کہ خواب کی وجہ سے گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی۔ اور مجھے بڑا سخت فکر و غم سوار ہو گیا۔ خود اپنے بارے میں سوچ میں پڑ گیا کہ کل چھ آدمی ہیں جن کا حج قبول ہوا، میں بھلا ان میں کیسے ہو سکتا ہوں۔ اس کے بعد عرفات سے واپسی پر بھی مجمع کو دیکھ رہا تھا اور سخت فکر میں تھا کہ اتنا بڑا مجمع اور اس میں صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا۔ مزدلفہ میں اسی سوچ میں میری آنکھ لگ گئی تو وہی دو فرشتے پھر نظر آئے۔ اور وہی سوال و جواب جو اوپر گذرے آپس میں کیے۔ اس کے بعد اس فرشتے نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے اللہ جل شانہٗ نے اس میں کیا حکم فرمایا؟ دوسرے نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ اس نے کہا یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان چھ میں سے ہر ایک کے طفیل میں ایک ایک لاکھ کا حج قبول کر لیا جائے۔ ابن موفق کہتے ہیں کہ پھر میری آنکھ کھلی تو مجھے اتنی خوشی ہو رہی تھی کہ بیان سے باہر ہے''۔ (فضائل حج : ۲۵،۲۶)

خواب کے اس قصہ کے بعد انہی بزرگ کا ایک اور قصہ منقول ہے کہ انہوں نے پچاس حج کیے اور سب کا ثواب دوسروں کو بخش دیا اور پھر ایک حج میں اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان کے طفیل اللہ نے سب کے حج قبول کر لیے''۔ (فضائل حج : ۱۲۳)

تبلیغی بھائیو! آپ نے بارہا یہ جملہ سنا ہوگا کہ ''تصوف کا مقصد بندے کو اللہ سے ملانا ہے'' لیکن یہ صرف کہنے کی بات ہے۔ ورنہ تصوف کا حقیقی مقصد و مدعا اور غرض و غایت بندے کو خصوصی تعلیمات کے زیور سے آراستہ کر کے مقام الوہیت تک پہنچانا اور اس کو اللہ کا شریک اور ہمسر بنانا ہے۔ جن مشاہیر تصوف کو ''فنافی اللہ'' کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے انہوں نے خود بھی اپنی کتابوں میں فنافی اللہ ہونے کا یہی مفہوم بتایا ہے اور لوگوں کی اکثریت کا بھی ان کے بارے میں یہی خیال ہے کہ یہ بزرگانِ تصوف اُلوہی صفات کے مالک تھے۔ اب یہ بھی سن لیجیے کہ اہل تصوف بعض وجوہات کی بنا پر براہ راست فنافی اللہ کے مرتبے پر فائز ہونا پسند نہیں کرتے بلکہ زینہ بزینہ بام عروج تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلے مرحلے میں یعنی سیر و سلوک کے آغاز میں ''فنافی الشیخ'' ہوتے ہیں۔ پھر ''فنافی الرسول'' اور پھر ترقی کرتے کرتے بزعم خود ذاتِ الٰہی میں فنا ہو کر بقا حاصل کر لیتے ہیں۔

اس مرتبے پر پہنچی ہوئی ہستیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان سے بلاواسطہ کلام کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ براہ راست ان کی رہنمائی فرماتا ہے، اور جو کم ہمت فنافی الرسول کے مقام پر اٹک کر رہ جاتے ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی وساطت سے ان کی طرف پیغامات بھیجتا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں اُمید ہے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ آپ کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے ابن موفق کے قصہ سے یہی بات باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ بزرگ فنافی الرسول کے مرتبے پر پہنچے ہوئے تھے اور آخری مرتبے کے خواہش مند تھے۔ ابن موفق کا قصہ صحیح بخاری کی ایک حدیث کا چربہ معلوم ہوتا ہے۔

حدیث یہ ہے

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا، آپ ﷺ کو ایسا خیال آتا تھا جیسے ایک کام کر رہے ہیں حالانکہ اس کو کرتے نہ ہوتے، ایک دن ایسا ہوا آپ ﷺ میرے پاس تھے آپ ﷺ نے اللہ کو پکارا، دعا کی پھر فرمانے لگے، اے عائشہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے جو بات پوچھی تھی وہ اللہ نے مجھے بتلادی؟ میں نے عرض کیا فرمائیے کیا بات تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا دو فرشتے میرے پاس آئے۔ ایک میرے سرہانے بیٹھا ایک پاؤں کی طرف، ایک نے دوسرے سے کہا ان صاحب کو کیا عارضہ ہے۔ اس نے جواب دیا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا لبید بن عاصم یہودی نے جو بنی زریق کے قبیلے کا ہے۔ پہلے نے پوچھا کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کنگھی اور بالوں اور نر کھجور کے غلاف میں۔ پہلے نے پوچھا یہ سامان کہاں رکھا ہے؟ دوسرے نے کہا ذی اروان کے کنوئیں میں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ اپنے کئی اصحاب کے ساتھ اس کنوئیں پر تشریف لے گئے، اس کو دیکھا وہاں کھجور کے درخت تھے۔ جب آپ ﷺ لوٹ کر آئے تو مجھ سے فرمایا عائشہ! اس کنوئیں کا پانی ایسا رنگین تھا جیسے مہندی کا پانی اور کھجور کے درخت ایسے تھے گویا شیطانوں کے سر۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ نے وہ سامان نکلوا دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا

نہیں سنو اللہ نے مجھ کو شفا دی۔ اب میں ڈرا لوگوں میں شور نہ پھیلے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس سامان کو گاڑ دینے کا حکم دیا۔ اور وہ گاڑ دیا گیا"۔ (صحیح بخاری کتاب الطب؛ باب السحر)

دیکھا آپ نے جس طرح نبی ﷺ کی خدمت میں اللہ کے حکم سے دو فرشتے حاضر ہوئے اور آپس میں سوال و جواب کر کے آپ ﷺ کو بتایا کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح علی بن موفق کے بقول اس کے پاس بھی دو فرشتے آئے اور آپس میں سوال و جواب کر کے مالکِ عرش کی جانب سے یہ پیغام پہنچایا کہ "چھ آدمیوں کے طفیل چھ لاکھ کا حج قبول ہوا" علی بن موفق کا یہ قول دعوائے نبوت کے مترادف ہے۔ کیونکہ ہر جھوٹا نبی یہی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ نیز یہ قول اسلام کے بتائے ہوئے اُصولوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

نیز اسلام یہ اُصول بتاتا ہے کہ جملہ عبادات کی طرح حج بھی صرف اور صرف صحیح العقیدہ مومنوں پر فرض ہے۔ اور مومنوں ہی کا حج قبول ہوتا ہے۔ اس کے برعکس علی بن موفق کے قول سے یہ اُصول مترشح ہوتا ہے کہ بالفرض اگر ایک لاکھ کے مجمع میں صرف ایک صاحبِ ایمان ہو اور باقی تمام فاسق و فاجر اور منافق و مشرک قسم کے لوگ ہوں تو فکر کی کوئی بات نہیں ہے، اس ایک مردِ مومن کے طفیل اور اس کے وسیلے سے سب کا حج قبول ہو جائے گا۔ تبلیغی بھائیو! کتنا ارزاں اور کتنا آسان ہے یہ دین جس کی تشریح اس جھوٹے قصہ کی بنا پر آپ کے "شیخ الحدیث صاحب" نے کی ہے۔

قصہ ان ہستیوں کا جن کی زیارت کیلئے خود کعبہ کو متحرک ہونا پڑا

قیامِ مکہ کی بحث میں "شیخ الحدیث صاحب" نے اہلِ تصوف کے امام غزالی کا ایک بیان نقل کیا ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ "بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خراسان میں رہنے والے مکے سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے قریب ہیں جو طواف کر رہے ہوں۔ بلکہ بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے"۔ (فضائل حج : ۱۲۳)

قصہ آپ نے سنا! اب اس کے برخلاف ایک انتہائی دردناک تاریخی واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

۶ ھ میں بعض روایات کے مطابق چودہ سو اور بعض روایات کے مطابق پندرہ سو اصحاب کے ہمراہ نبی ﷺ عمرے کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے۔ لیکن مشرکینِ قریش نے آپ کو مکہ میں داخل

ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اور آپ ﷺ کئی دنوں تک حدیبیہ کے مقام پر خیمہ زن رہے اور سردارانِ قریش سے طویل گفت و شنید کے بعد آپ ﷺ نے انتہائی سخت شرائط پر صلح کرنا پڑی اور اس صلح کے نتیجے میں آپ ﷺ کے ہمراہ آنے والے تمام صحابہ کرام کا عمرہ قضا ہو گیا۔ پھر چشمِ فلک نے یہ حسرت ناک منظر بھی دیکھا کہ ہدی کے جو جانور منیٰ میں قربانی کے لیے ساتھ لائے گئے تھے انہیں حدیبیہ کے میدان میں ذبح کیا جا رہا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلح؛ باب الصلح من المشرکین وکتاب المغازی؛ باب عمرۃ القضاء ملخصا)

یہ سب کچھ مکہ مکرمہ سے صرف چند میل کے فاصلہ پر اور نبی ﷺ کی موجودگی میں ہی ہوتا رہا لیکن کیا مجال کہ کعبۃ اللہ ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے حدیبیہ کی جانب سرکا ہو یہاں تک کہ اللہ کے سچے رسول ﷺ زیارتِ کعبہ کی آرزو اپنے سینے میں چھپائے وہیں سے واپس کوچ کر گئے۔

عمرۂ قضا کے بعد نبی ﷺ کئی سال بقیدِ حیات رہے اور عمرہ یا حج کی غرض سے مکہ آنے کا بھی اتفاق رہا۔ لیکن ایک دفعہ بھی کعبۃ اللہ نے آپ ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ کی طرف جانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ لیکن نہ جانے دینِ تصوف کے امام، امام غزالی کے زمانہ میں خراسان کے علاقے میں کیسی کیسی نابغۂ روزگار ہستیاں اور کیسے کیسے "بلند پایہ بزرگ" سکونت پذیر تھے کہ کائنات کے اندر جمادات کے بارے میں جاری قانونِ قدرت کو پس پشت ڈال کر اور طواف کرنے والے ہزاروں افراد سے نظر بچا کر اور سینکڑوں میلوں کا سفر طے کر کے ان عظیم الشان بزرگوں کی زیارت کو کعبہ خود چل کر گیا۔

سوچنے کی بات ہے کہ آخر وہ کیا عذر مانع تھا کہ کعبہ نے جزیرۃ العرب کے کسی قریبی شہر میں قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ مدینۃ الرسول کو بھی یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی اور آخر کیا وجہ ہے کہ اتنے بڑے اعزاز کے لیے عجم کے اس علاقے کا انتخاب کیا گیا! یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے ورنہ اس سلسلے میں کچھ عرض کیا جاتا۔ البتہ ہم تبلیغی بھائیوں کو اتنا بتائے دیتے ہیں کہ طلوعِ اسلام سے پہلے خراسان کا علاقہ مجوسی مذہب کا گڑھ تھا اور فتح ایران کے بعد سے آج تک یہ علاقہ شیعیت کا مرکز بنا ہوا ہے (خراسان موجودہ ایران کا ایک صوبہ ہے)۔ اس انکشاف کے بعد ہم ربِّ کعبہ سے دست

بستہ دعا کرنا چاہیں گے کہ اگر ماضی میں ایسا ہوتا رہا ہے تو آئندہ سالانہ اجتماع کے موقع پر کعبہ شریف کو صرف چند لمحوں کے لیے رائے ونڈ آنے کی بھی اجازت دی جائے! اس جگہ اسے ایک ہی وقت میں کثیر تعداد میں بڑے بڑے بزرگوں کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکے گا اور خراسان کے بزرگوں کی یادوں کے تمام زخم اس کے سینے سے مٹ جائیں گے! اگر ہماری یہ دعا بارگاہ الٰہی میں قبول نہ ہوئی تو ہم تبلیغی جماعت کے بڑوں سے یہ درخواست کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ”شیخ الحدیث صاحب“ کی تمام جھوٹی تصنیفات کو اجتماع کے عین بیچ میں رکھ کر آگ لگا دیں تا کہ بھولے بھٹکے لوگ آئندہ قرآن وحدیث سے رجوع کر کے اپنی عاقبت سنوارنے کی کوشش کریں۔

حُسن انتخاب

اب تک ہم فضائل حج کے ایک سو تئیس (۱۲۳) صفحات کی ورق گردانی کر چکے ہیں۔ اس مقام سے ہم ایک بار پھر پیچھے کو لوٹ کر جا رہے ہیں۔ کیونکہ ”شیخ الحدیث صاحب“ نے صفحہ نمبر ۵۶ سے ۶۲ تک اپنی پسند کے جو اشعار نقل کیے ہیں ان میں سے تھوڑے سے بطور نمونہ آپ کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

ع ازل سے حُسن پرستی لکھی تھی قسمت میں
مرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا

ع پیدا ہوئے تو ہاتھ جگر پر دھرے ہوئے
کیا جانیں ہم ہیں کب سے کسی پر مرے ہوئے

ع مری طفلی میں شانِ عشق بازی آشکارا تھی
اگر بچپن میں کھیلا کھیل تو آنکھیں لڑانے کا (فضائل حج : ۵۶)

ع مصائب، حادثے، آفت، الم، ذلت قضا، تربت
دکھاتی جائے جو اُن کی جوانی دیکھتے جاؤ

ع چشم تر خاک بسر چاک گریباں دل زار
عشق کا ہم نے یہ دنیا میں نتیجہ دیکھا (فضائل حج : ۵۷)

ع ہم کو طواف کوچہ جانانہ چاہیے
زاہد کو کعبہ رند کو میخانہ چاہیے

ع پامال کر گیا ہے کوئی دل کو راہ میں
آنکھوں کو مل رہے ہیں کسی نقش پا سے ہم (فضائل حج : ۶۰)

ع اس کے دامن کو پکڑ کر میں نے کہا
اب کوئی چھوڑوں ہوں اے رشک پری

ع مسکرا کر ناز سے کہنے لگے
عاشقی کرتے ہو یا زور آوری (فضائل حج : ۶۱)

تبلیغی بھائیو: آپ نے دیکھا ”شیخ الحدیث صاحب“ نے ”اپنے ذوق سلیم“ کی قلبی واردات اور اپنے بوڑھے دل میں چٹکیاں لینے والے جذبات کے اظہار کے لئے کیسے کرارے کرارے اور چٹ پٹے قسم کے شعروں کا انتخاب کیا ہے! حالانکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو نہ تو اپنے محاسن کا ڈھنڈورا پیٹنا چاہیے اور نہ ہی اپنے عیوب سے پردہ اٹھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید جانتا ہی ہے، وہ انسان کے ظاہر و باطن سے خبردار ہے، اس سے کوئی بات چھپائی نہیں جا سکتی، لیکن کسی انسان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کی تشہیر کرتا پھرے اور ”شیخ الحدیث صاحب“ کی طرح جذبات کی رو میں بہہ کر یوں اپنا ماضی وحال سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔ بالخصوص تصنیف وتالیف کا مشغلہ اپنانے والوں کو اس معاملے میں بہت زیادہ محتاط ہونا چاہیے اور قلم اٹھاتے وقت بہر حال یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان کے نہاں خانۂ دل میں پرورش پانے والے جذبات، ماضی کی تلخ یادیں ناکام حسرتیں اور سسکتی بلکتی آرزوئیں کاغذ پر منتقل ہو کر قارئین کے لیے تو فتنے کا باعث نہ بننے پائیں! کیونکہ جو تحریر منظر عام پر آتی ہے اسے مرد، عورتیں، بچے اور

بچیاں سبھی پڑھتے ہیں۔ تبلیغی بھائی ذرا سوچیں کہ ان کے ''شیخ الحدیث صاحب'' کے حسنِ انتخاب سے نوجوان نسل کے ذہنوں پر کتنے مضر اثرات مرتب ہو رہے ہوں گے۔ کیا یہ اچھا نہیں ہے کہ آئندہ اس کتاب کی اشاعت بند کردی جائے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس کتاب پر کئی لوگوں کی روزی کا انحصار ہے لیکن سنا ہے کہ ''جس رزق سے پرواز میں کوتاہی آتی ہو اس رزق سے موت ہی اچھی ہے''۔ ویسے بھی یہ کتاب گذشتہ چھ، سات عشروں میں اتنی کثرت سے شائع کی جا چکی ہے کہ آئندہ کئی نسلوں کو تباہ کرنے اور ان کا عقیدہ و اخلاق برباد کرنے کے لیے کافی ہے!

زیارت قبر نبوی ﷺ کے جواز میں پیش کئے جانے والے دلائل کا جائزہ

اب ہم ''فضائل حج'' کے دوسرے اہم باب ''زیارتِ مدینہ'' میں داخل ہو رہے ہیں۔

تبلیغی بھائیو! دینی مسائل پر بحث کا اُصول یہ ہے کہ کسی مسئلہ کی وضاحت کے لیے سب سے پہلے اللہ کی سچی کتاب سے رجوع کیا جائے اور قرآن کی محکم آیات بطور دلیل پیش کی جائیں۔ اور صحیح احادیث سے آیاتِ قرآنی کی تشریح کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴿النساء : ٥٩﴾

پس (اے ایمان والو) اگر کسی معاملے میں تمہارا آپس میں تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہو۔

صحابہ کرامؓ جنھیں نبی ﷺ کی صحبت میں تربیت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا، کا یہی طریقہ کار تھا کہ جملہ دینی مسائل کے حل کے لیے قرآن و حدیث سے رجوع کرتے تھے۔ جو چیز قرآن و حدیث سے پایۂ ثبوت کو پہنچی ہو اس کو اپنے عقیدہ و عمل کی بنیاد بنا لیتے۔ اور جس چیز کا قرآن و حدیث سے ثبوت نہیں ملتا اس سے اجتناب کرتے تھے۔ اب ذرا تبلیغی بھائی چشم عبرت سے یہ تماشا دیکھیں کہ ان کے ''شیخ الحدیث صاحب'' دین اسلام کے اس مسلمہ اُصول کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے کس طرح اُڑان بھر رہے ہیں۔ ذیل میں نمونے کے طور پر فضائل حج کے صفحہ نمبر ۱۳۱ سے ۱۳۳ تک کے مندرجات

میں سے چیدہ چیدہ عبارات نقل کی جا رہی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

''ملا علی قاریؒ جو مشہور حنفی عالم فقیہ، محدث ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ چند حضرات کے علاوہ جن کا اختلاف کچھ معتبر نہیں بالاتفاق تمام مسلمانوں کے نزدیک حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت اہم ترین نیکیوں میں سے ہے اور افضل ترین عبادات میں ہے اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لیے کامیاب ذریعہ اور پُر اُمید وسیلہ ہے''۔

''دُرِمختار میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت مندوب ہے ....''۔

''علامہ شامی کہتے ہیں کہ خیر رملی شافعی نے ابن حجر سے اس قول کو نقل کیا اور اس کی تائید کی''۔

''شافعیہ کے مقتدر امام نوویؒ اپنی مناسک میں لکھتے ہیں کہ جب حج سے فارغ ہو جائے تو چاہیے کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے''۔

''انوار ساطعہ میں مالکیہ کے مذہب میں لکھا ہے کہ قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا ارداہ کرے..........''۔

''قاضی عیاض مالکیؒ نے شفا میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت مجمع علیہ سنت ہے بلکہ بعض علمائے مالکیہ نے تو واجب فرما دیا جیسا کہ قسطلانا بو عمران فاسی کا قول نقل کیا ہے''۔

''مغنی جو فقہ حنابلہ کی بہت معتبر کتاب ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر شریف کی زیارت مستحب ہے''۔

''شرح کبیر میں جو مذہب حنابلہ کی اہم کتاب ہے، لکھا ہے کہ جب حج سے فارغ ہو جائے تو مستحب ہے کہ حضور ﷺ کی اور حضور ﷺ کے دونوں ساتھیوں کی قبر کی زیارت کرے''۔

''دلیل الطالب جو فقہ حنبلی کا مشہور متن ہے اس میں حج کے احکام لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک اور انکے دو ساتھیوں کی قبر کی زیارت مسنون ہے''

''اس کے شارح نیل المارب میں لکھتے ہیں کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی مستحب ہے..........''۔

"روض المربع فقہ حنبلی میں لکھا ہے کہ حضور کی قبر اطہر اور حضور کے دونوں ساتھیوں کی قبروں کی زیارت مستحب ہے..........." (فضائل حج : ۱۳۱ تا ۱۳۳)

تبلیغی بھائیو! فضائل حج کی ان عبارات کو بنیاد بنا کر ہم ہرگز آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ مسئلہ زیر بحث میں چاروں مذاہب کا آپس میں شدید اختلاف ہے۔ قبر نبوی کی زیارت کسی مذہب کی رو سے واجب ہے کسی کے ہاں سنت اور کسی کے ہاں مستحب ہے۔ بلکہ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ "شیخ الحدیث صاحب" اپنی علمیت کے اظہار کے بجائے دین اسلام کے مسلمہ اُصولوں کی پاسداری کا ثبوت دیتے اور قرآن وحدیث کے دلائل سے زیارت کے مسئلہ کی توضیح وتشریح فرمادیتے۔ تو موصوف کو اس مسئلہ کی وضاحت اور اثبات کے لیے عہدِ رسالت کے بعد ایجاد کئے جانے والے مذاہب اربعہ سے منسوب، فرقہ بندی کی تعلیم سے آراستہ مذکورہ "صحائف" کی "آیتیں" بطورِ دلیل پیش کرنے کی بالکل حاجت نہ ہوتی اور نہ ان مذاہب کے علمبرداروں کے اقوال سے فضائل حج کے تین چار صفحے کالے کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ کیونکہ عام آدمی نہ تو ملا علی قاری، علامہ شامی، امام نووی، قاضی عیاض، خیر رملی، قسطلانی اور ابوعمران وغیرہ کے ناموں سے واقف ہے اور نہ ہی درمختار، انوار ساطعہ، مواہب لدنیہ، مغنی، شرح کبیر، دلیل الطالب، نیل المارب اور روض المربع جیسی کتابوں کو جانتا ہے۔ لیکن اللہ کی سچی کتاب قرآن مجید اور کتبِ احادیث سے ہر کوئی آشنا ہے۔ اور جو بات قرآن کے حوالے سے کی جائے وہی معتبر اور پائیدار اور شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ اور اگر زیارت کے جواز اور اس کے وجوب واستحباب کے حوالے سے قرآن مجید کی سورۃ الفاتحہ سے لے کر والناس تک انہیں کوئی رہنمائی نہیں مل رہی تھی تو صحاح ستہ کی کتابیں الٹ پلٹ کر کوئی واضح ثبوت تلاش کرنے کی کوشش کرتے اور اگر تلاش وبسیار کے بعد بھی ناکامی ہوتی تو اس موضوع پر قلم اٹھانے کا ارداہ ترک کردیتے لیکن موصوف نے محض اپنی ذاتی دلچسپی کی بنا پر زیارتِ قبر نبوی کو موضوع بنایا اور غیر صحاح کی چند موضوع اور ضعیف روایتیں نقل کر کے زیارت کا وجوب بھی اپنے طور پر ثابت کردیا۔

تبلیغی بھائیو! اس ضمن میں آپ کے "شیخ الحدیث صاحب" نے غیر صحاح کی جو روایتیں

پیش کی ہیں ان میں سے صرف دو نمونے کے طور پر ذیل میں نقل کی جارہی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ فَکَأَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ

ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا! جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ (فضائل حج :۱۳۴، ۱۳۵)

اس روایت کی اصلیت پر پردہ ڈالنے کے لیے "شیخ الحدیث صاحب" نے یہ ہوشیاری کی کہ اس کی پوری سند تحریر نہیں کی۔ صرف عن ابن عمر لکھ کر آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ اس کاریگری سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے، لیکن اس روایت کا حوالہ تحریر کر کے خود ہی پردہ بھی فاش کردیا۔ ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں:

رواہ البطرانی والدار قطنی والبیہقی وضعفہ کذا فی الاتحاف (فضائل حج : ۱۳۵)

اس کو طبرانی، دار قطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اسکو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ اتحاف میں لکھا ہے

تبلیغی بھائی "شیخ الحدیث صاحب" کی اس کج فکری کے بارے میں کیا کہیں گے کہ یہ روایت جسے اپنی کتابوں کی زینت بنانیوالے خود ہی ضعیف بتارہے ہیں اُسی روایت کو موصوف قبر نبوی کے ثبوت میں پیش کررہے ہیں۔

ایک اور روایت بیہقی کے حوالے سے "شیخ الحدیث صاحب" نے نقل کی ہے جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے:

عَنْ رَجُلٍ مِنْ اٰلِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ .... (فضائل حج : ۱۳۵، ۱۳۶)

اس کا ترجمہ "شیخ الحدیث صاحب" نے یوں کیا کہ "حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے قیامت میں میرے پڑوس میں ہوگا.........."

(فضائل حج : ۱۳۵، ۱۳۶)

تبلیغی بھائیوں کو "شیخ الحدیث صاحب" کی یہ ہوشیاری بھی صاف طور پر نظر آرہی ہوگی

کہ موصوف نے اس روایت کی اصلیت کو چھپانے کے لیے شروع کے الفاظ کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔

"عن رجل من آل الخطاب" کیونکہ اگر وہ ان الفاظ کا ترجمہ کر دیتے یعنی یہ فرما دیتے کہ "آل خطاب کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ............" تو اس روایت کا مجہول ہونا سب پر عیاں ہو جاتا، اس طرح ان کا وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا جس کے لیے وہ اتنی دماغ سوزی اور عرق ریزی کر رہے تھے۔ لیکن روایت نقل کرنے کے بعد عربی میں یہ الفاظ لکھ کر "والرجل المذکور مجهول" یعنی آل خطاب کے جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے مجہول ہے۔ لکھ کر گویا اپنے ہی جہل کا ثبوت دے دیا اور اپنے منصوبے پر خود ہی پانی بھی پھیر دیا۔

فضائل حج سے نمونے کے طور پر اوپر ہم نے صرف دو روایتیں نقل کی ہے اور طوالت کے خوف سے جنھیں عمداً ترک کر دیا وہ بھی ایسی ہی ہیں۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ "شیخ الحدیث صاحب" جیسا شخص اصول حدیث سے ناواقف ہو اور اس ناواقفیت کے سبب انہوں نے زیارتِ قبرِ نبوی کے وجوب کے حوالے سے غیر صحاح کی ضعیف و موضوع روایتوں پر انحصار کیا ہو۔ لیکن یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو چیز دل کو پسند آ جائے اس کے تمام عیوب و نقائص انسان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿الحج: ۴۶﴾

بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن سینوں کے اندر جو دل ہوتے ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔

تبلیغی بھائیو! اس قیل وقال سے ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت گناہ ہے۔ کیونکہ کسی بھی قبر کی زیارت گناہ نہیں ہے بشرطیکہ زائر کی نیت آخرت کا خوف اور دنیا سے بے رغبتی ہو، پوجا پاٹ نہ ہو۔ ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ "شیخ الحدیث صاحب" نے اور ان سے پہلے گزرے ہوئے مسلک پرست آئمہ نے موضوع و منکر اور جھوٹی اور ضعیف روایتوں کو بنیاد بنا کر زیارت قبرِ نبوی کو جس انداز سے ارکانِ حج کی طرح حج کا ایک ضروری رکن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یہ

سراسر غلط اور ناقابل قبول ہے۔

"شیخ الحدیث صاحب" نے اس ضمن میں جن مسلکی اماموں کے ارشادات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ انہی کی ساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ قبرِ نبوی کو عبادت گاہ کا درجہ دے کر اُمت میں اس قبر پرستی کے شرک کی بنیاد رکھ دی گئی جس سے بچے رہنے کی نبی ﷺ نے اُمت کو سخت تاکید فرمائی ہے۔

صحیح بخاری میں اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ پر بیماری آن پڑی تو آپ ﷺ چادر منہ پر ڈال لیتے، جب گھبراہٹ ہوتی تو منہ کو کھول دیتے اور اسی حالت میں یوں فرماتے "یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا" آپ ﷺ لوگوں کو اس کام سے ڈراتے تھے"۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی؛ باب مرض النبی ﷺ ووفاته)

"صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ میں نے نبی ﷺ سے آپ کی وفات سے پانچ دن پہلے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے...... خبردار تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے تھے تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا، میں تم کو اس کام سے منع کرتا ہوں"۔

(صحیح مسلم؛ کتاب المساجد)

قبر میں نبی ﷺ کے زندہ ہونے کے باطل دلائل

گزشتہ صفحات میں فضائل صدقات کے حوالے سے تبلیغی بھائی دو فوت شدہ سخیوں کے قصے پڑھ چکے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک سخی صاحب نے زائرین کی ضیافت کے لیے قبر سے باہر نکل کر اونٹ ذبح کیا تھا اور دوسرے نے اپنی قبر پر حاضر ہونے والے مصر کے صاحبِ خیر کی استدعا پر اپنے اہل خانہ سے پانچ سو اشرفیاں دلوائی تھیں۔ اب یہ دیکھئے کہ نبی ﷺ کو قبر میں زندہ ثابت کرنے کے لیے موصوف کیسے باطل دلائل پیش کر رہے ہیں۔ تبلیغی بھائیوں کی توجہ پھر اس طرف مبذول کراتا ہے کہ "شیخ الحدیث صاحب" نے اپنے موقف کی تائید میں نہ تو قرآن کی کوئی آیت پیش کی ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث کا حوالہ دیا ہے بلکہ حسبِ دستور ایک ضعیف روایت ہی سے کام چلانے کی کوشش کی ہے۔

روایت یہ ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قَالَ مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ اِلَّا رَدَّاللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَام (مسند احمد)

حضوراقدس ﷺ کاارشاد ہے کہ جوشخص بھی میری قبر کے پاس آکر مجھ پر سلام پڑھے تو اللہ جل شانہٗ میری روح مجھ میں لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں

(فضائل حج : ۱۳۸)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب اس روایت کی سند کی چھان بین اور راویوں کی تحقیق کی بالکل ضرورت نہیں کیونکہ اس کا متن ہی چغلی کھا رہا ہے کہ یہ کسی وضاع الحدیث کی تخلیق ہے۔ ''جوشخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر سلام پڑھے تو اللہ جلا شانہٗ میری روح لوٹا دیتے ہیں.........'' ان الفاظ کی آپ ﷺ کی زندگی سے کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ قبر تو آپ ﷺ کے وفات پانے کے بعد بنی زندگی میں نہیں۔ ایسا لگتا ہے گویا آپ ﷺ نے فوت ہونے کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہو۔ یہ اس روایت اور اسی طرح کی دوسری روایتوں کے جھوٹا ہونے کی واضح دلیل ہے۔ ایسی جھوٹی روایت سے حیات النبی ﷺ پر استدلال کرنا کتنی کم عقلی کی بات ہے۔ اب یہ تماشہ بھی دیکھتے جایئے کہ مسلک پرست آئمہ نے اس جھوٹی روایت کی کیا کیا تاویلات کی ہیں اور نبی ﷺ کو قبر میں زندہ ثابت کرنے کے لیے کیسی کیسی حیلہ سازیوں سے کام لیا ہے اور ان کی یہ حیلہ سازیاں ''شیخ الحدیث صاحب'' کو کتنی اچھی لگی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ''ابن حجرؒ شرح مناسک میں لکھتے ہیں کہ میری روح مجھ تک پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ بولنے کی قوت عطا فرما دیتے ہیں۔ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ حضوراقدس ﷺ کی روح مبارک اللہ جل شانہٗ کی حضوری میں مستغرق رہتی ہے تو اس حالت میں سلام کا جواب دینے کی طرف متوجہ ہوتی ہے (بذل)۔ اکثر علماء نے من جملہ ان کے حافظ ابن حجرؒ سے بھی علامہ زرقانیؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ مطلب نہیں کہ اس وقت روح واپس آتی ہے بلکہ وہ تو وصال کے بعد ایک مرتبہ واپس آچکی ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری روح واپس آچکی ہے (اس لیے) میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں'' (فضائل حج : ایضاً)

دین کی معمولی شد بد رکھنے والا آدمی بھی مسند احمد کی روایت کا متن دیکھ کر یہی کہے گا کہ اس روایت سے نبی ﷺ کو قبر میں زندہ ثابت کرنا زبردستی والی بات ہے کیونکہ اس سے نبی ﷺ کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ اس روایت سے ابن حجر، قاضی عیاض، زرقانی اور دیگر نام نہاد علماء نے خواہ مخواہ اپنی پسند کا مطلب نکالنے اور دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان اقوال کے ذریعہ اس حیلہ سازی کی ضرورت اسی لئے پیش آئی کہ کسی طرح نبی ﷺ کی قبر میں حیات ثابت کر کے حیات فی القبر کا جواز فراہم کیا جا سکے! اسی مقصد کے حصول کیلئے کسی نے کہا ''مطلب یہ ہے کہ.........'' اور کوئی کہتا ہے ''یہ مطلب نہیں ہے کہ.........''۔

تبلیغی بھائی دیکھ رہے ہیں کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے پاس اپنے مؤقف کے ثبوت کیلئے قرآن یا صحیح حدیث کی کوئی دلیل نہیں ہے، ماسوائے مسند احمد کی بناوٹی حدیث اور مسلک پرست آئمہ کے بے سروپا اقوال کے۔ ان کے ترکش میں بس یہی تیر ہیں جن سے موصوف نے قرآنی عقیدے کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن کی دو آیات ''شیخ الحدیث صاحب'' کی مساعی پر پانی پھیرنے کے لیے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿الزمر : ۳۰﴾

اے نبی ﷺ آپ بھی مرجائیں گے اور یہ لوگ بھی مرجائیں گے۔

دوسری سورۃ زمر کی آیت ۴۲ جس میں فرمایا کہ مرنے والے کی روح روک لی جاتی ہے۔ فضائل حج کے حوالے سے جب ہم تبلیغی بھائیوں سے گذارش کرتے ہیں کہ آپ کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن میں نبی ﷺ کیلئے مَيِّتٌ کا لفظ وارد ہوا ہے اور آپ کا ایمان ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں تو بعض ''حضرات'' کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان تو یہ نہیں ہے۔ ہم تو ممات کے قائل ہیں اور جب گذارش کی جاتی ہے کہ اگر آپ ممات کے قائل ہیں تو حیات کا پرچار کرنے والی جماعت سے کنارہ کشی اختیار کیوں نہیں کر لیتے تو صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿البقرہ : ۱۸﴾

والی آیت کے مصداق بن جاتے ہیں۔

زیارت یا پرستش

تبلیغی بھائیو! ہم نے فضائل حج کے باب ''زیارت مدینہ'' پر بحث کے دوران یہ کہا تھا کہ

''اس قیل وقال سے ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت گناہ ہے کیونکہ کسی بھی قبر کی زیارت گناہ نہیں ہے بشرطیکہ زائر کی نیت صرف وہی ہو جس کا حدیث میں حکم دیا گیا ہے، یعنی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا خیال''

ہم اپنی اس بات پر قائم ہیں لیکن صد افسوس کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' اپنی بات پر قائم نہ رہ سکے۔ موصوف نے بات کا آغاز زیارت قبر سے کیا تھا اور اسے طول دیتے دیتے پرستش تک لے آئے ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ نیا انچر بھی انہوں نے ایک جھوٹی روایت کی روشنی میں پھینکا ہے۔ روایت کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

وقال ابن ابی فدیكِ سمعت بعض من ادركت يقول بلغنا انه من وقف عند قبر النبی ﷺ فتلا هذه الاية ....

یعنی ابن ابی فدیک نے کہا میں نے اپنے بعض جاننے والوں سے سنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ جو کوئی نبی ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے تو..........

''شیخ الحدیث صاحب'' کی فنکاری ملاحظہ فرمائیے کہ انہوں نے اس روایت کی مجہول سند پر پردہ ڈالنے کے لیے ابتدائی کلمات کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔ پوری دو سطور بے ترجمہ چھوڑ کر لکھتے ہیں ''یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ .... اس کے بعد ستر (۷۰) مرتبہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدِ کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے! اے شخص اللہ جل شانہ تجھ پر رحمت نازل کرتا ہے اور ہر حاجت پوری کردی جاتی ہے''۔ (فضائل حج : ۱۳۹)

یہ جھوٹی روایت نقل کرنے کے بعد اکابر پرستی کی سابقہ روش پر گامزن رہتے ہوئے

''شیخ الحدیث صاحب'' پھر ملا علی قاری، قسطلانی، مراغی، اور زرقانی وغیرہ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ سنئے لکھتے ہیں کہ ''ملا علی قاری نے لکھا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ کی جگہ يَا رَسُوْلَ اللّٰه کہے تو بہتر ہے''۔

علامہ قسطلانی نے شیخ زین الدین مراغی وغیرہ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ یا رسول اللہ کہنا اولیٰ ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے کہ حضور ﷺ کا نام لے کر پکارنے کی ممانعت ہے۔ لیکن اگر یہی لفظ روایت میں منقول ہے تو منقول کی رعایت کی وجہ سے ممانعت نہ رہے گی''۔ (فضائل حج : ۱۳۹)

ثابت ہوا کہ جن علماء پر ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنے عقیدے کے لیے تکیہ کیا ہے یہ سارے کے سارے روایت پرست قسم کے لوگ تھے۔ اور ان کو سچ اور جھوٹ کی بالکل کوئی تمیز نہیں تھی۔ انہوں نے ابن فدیک کی بے سند روایت کے حوالے سے اتنا بھی نہ سوچا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ غیر اللہ کی پکار کی ممانعت فرمائی ہے اور اس چیز کو سب سے بڑی گمراہی کہا ہے تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه کی پکار لگانے والے کو کیونکر رحمتوں کے نزول کی بشارت سنا سکتے ہیں۔ دراصل شرک کی بیماری ایسی بیماری ہے کہ اس کا اثر براہ راست انسان کے دل و دماغ پر پڑتا ہے اور اس سے انسان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے۔

اب ہم فضائل حج کے حوالے سے آپ کو ''شیخ الحدیث صاحب'' کی رائے سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں کہ ''اس ناپاک و ناکارہ کے خیال میں روضہ اقدس پر زائرین کے رٹے ہوئے الفاظ بغیر سمجھے طوطے کی طرح پڑھنے کی بجائے نہایت خشوع خضوع، سکون اور وقار سے ستر (۷۰) مرتبہ ''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' ہر حاضری کے وقت پڑھ لیا کرے تو شاید زیادہ بہتر ہو'' (فضائل حج : ۱۳۹)

تبلیغی بھائیو! زیارت کے موضوع پر شروع ہونے والی بحث بالآخر پرستش کی تعلیم پر آ کر ٹھہر

ی ہے اور "شیخ الحدیث صاحب" نے "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" کی صورت میں لبیک اللھم لبیک کے مترادف بلکہ متبادل الفاظ تلاش کر ہی لیے ہیں۔"فضائل حج پر تبصرے کا آغاز کرتے ہوئے ہم نے دعویٰ کیا تھا کہ "فضائل حج سے استفادہ کر کے کوئی شخص سفر حج کی مشقتوں اور دولت کے ضیاع کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا بلکہ اندیشہ ہے کہ اس کتاب کے شرکیہ مضامین سے متاثر ہو کر بے شمار لوگ اپنا حج برباد کر چکے ہوں گے" اب غور کر لیجیے کہ "شیخ الحدیث صاحب" کی مذکورہ تحریر سے ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہوگئی ہے۔اب کیا یہ زیادتی اور ناانصافی نہ ہوگی کہ یہاں کی مساجد میں اگر اذان کے شروع میں دو چار مرتبہ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" کی صدا بلند کی جاتی ہے تو تبلیغی بھائی اس کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں،اور مؤذن پر تکفیری فتووں کی بوچھاڑ کردیتے ہیں۔لیکن "شیخ الحدیث صاحب" کے بارے میں کوئی لب کشائی نہیں کرتا حالانکہ موصوف قبر نبوی پر ہر حاضری کے وقت ستر (۷۰) مرتبہ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں کیا زمان ومکان کے بدلنے سے اسلام کے اُصول بدل جاتے ہیں۔

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

نبی ﷺ سنتے ہیں

بیہقی ، ابن عساکر اور عبدالرزاق وغیرہ کی ایک جھوٹی روایت کی بنیاد پر "شیخ الحدیث صاحب" نے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی ﷺ قبر کے پاس پڑھا جانے والا دُرود سنتے ہیں۔اور ظاہر ہے کہ اس دُرود سے ان کی مراد صلوٰۃ کے اندر پڑھا جانے والا معروف دُرود یعنی درود ابراہیمی نہیں ہے بلکہ وہ خانہ ساز درود ہی ہے جو "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" کے الفاظ میں پہلے نقل کیا جا چکا ہے اور جس کے بارے میں "شیخ الحدیث صاحب" نے مشورہ دیا کہ نبی ﷺ کی قبر پر ہر حاضری کے وقت ستر مرتبہ پڑھنا چاہیے۔نبی ﷺ کے سننے والی روایت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے:

عن ابی ھریرہ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ........."شیخ الحدیث صاحب" نے اس کا ترجمہ

یوں کیا ہے "حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر دُرود پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو کسی اور جگہ دُرود پڑھتا ہے تو اس کی دنیا اور آخرت کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور اس کا سفارشی ہوں گا"۔(فضائل حج : ۱۴۰)

یہ روایت نقل کرنے کے بعد "شیخ الحدیث صاحب" نے لکھا ہے کہ "اس حدیث پاک میں قبر شریف پر کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنے کی کس قدر فضیلت ہے کہ سرور عالم ﷺ اس کو بنفسِ نفیس سنتے ہیں"۔(فضائل حج : ۱۴۰)

تبلیغی بھائیو! "شیخ الحدیث صاحب" نے اس جھوٹی روایت سے یہ تو ثابت کر دیا کہ نبی ﷺ سنتے ہیں۔آئندہ سطور میں فضائل حج کے حوالے سے یہ بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ ﷺ صرف درود ہی نہیں سنتے بلکہ قبر پر حاضر ہونے والے فریادیوں کی ہر فریاد سنتے ہیں اور صرف سنتے ہی نہیں بلکہ قبر سے باہر نکل کر ہر مراد پوری بھی کرتے ہیں!

مذکورہ روایت کے مضمون سے ایسا نقشہ نگاہوں کے سامنے آتا ہے گویا ابوھریرہ ؓ قبر نبوی کے پاس کھڑے ہیں اور قبر کے اندر سے آواز آرہی ہے کہ "جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں" ان الفاظ کی نبی ﷺ کی حیات دنیا سے کوئی نسبت معلوم نہیں ہوتی۔یہ اس روایت کے جھوٹا ہونے کی بڑی واضح دلیل ہے۔اور اس سے بھی بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم نے جگہ جگہ سماع موتیٰ کا رد کیا ہے اور اس سے نبی ﷺ کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ...... ﴿النحل : ۸۰﴾

بے شک تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿فاطر : ۲۲﴾

اور تو ان لوگوں کو جو قبروں میں مدفون ہیں نہیں سنا سکتا۔

تبلیغی بھائیو! ذرا غور کرو کہ آپ کے "شیخ الحدیث صاحب" نے کیا کیا گُل کھلائے ہیں۔ قرآن کی محکم آیات کو پسِ پشت ڈال کر جھوٹی روایتوں کو بنیاد بنا کر نبی ﷺ کو الحیی اور السمیع ثابت کر

دکھایا! یہ سارے ثبوت ہم ''شیخ الحدیث صاحب'' ہی کتابوں سے آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اور آپ انہی کی شرکیہ کتابوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اب آپ خود ہی سوچیں کہ آپ لوگ کہاں کھڑے ہیں!

گنبد خضرا کی فضیلت ''شیخ الحدیث صاحب'' کی نظر میں

لباب نامی کتاب کے حوالے سے موصوف نے لکھا ہے کہ ''جب گنبدِ خضرا پر نظر پڑے تو عظمت و ہیبت اور حضور اقدس ﷺ کی علوشان کا استحضار کرے۔ اور یہ سوچے کہ اس پاک قبہ میں وہ ذاتِ اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے، انبیاء کی سردار ہے، فرشتوں سے افضل ہے، جو حصہ زمین حضور ﷺ کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبے سے افضل ہے، عرش سے افضل ہے، کرسی سے افضل ہے، حتیٰ کہ آسمان و زمین کی ہر چیز سے افضل ہے''۔ (فضائل حج : ۱۵۲)

تبلیغی بھائیو! حبِ رسول ﷺ کا جذبہ بہت مبارک جذبہ ہے اور اپنی جگہ بہت ہی اہم اور قابل قدر ہے کیونکہ اسکے کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا لیکن اس محبت کی بھی اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ موصوف حد سے تجاوز فرما گئے ہیں۔ حبِ رسول کی آڑ میں شعائر اللہ کی توہین و تضحیک ان کے حد سے متجاوز ہونے کا ثبوت ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کعبہ مالک الملک کا گھر ہے اور عرش بریں پر وہ مستوی ہے اور اس کی کرسی آسمان و زمین پر چھائی ہوئی ہے۔ بھلا نبی ﷺ کا مدفن ان سب سے افضل کیونکر ہوسکتا ہے! ''شیخ الحدیث صاحب'' نے لباب نامی غیر معروف و مجہول کتاب کے حوالے سے یہ سطور رقم کر کے شعائر اللہ کا جس طرح مذاق اڑایا ہے کوئی صاحبِ ایمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اگر اس مذاق کو آپ محبت کا نام دیتے ہیں تو مجبوراً ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنی محبت کا کھل کر اظہار نہیں فرمایا اور بات نامکمل اور ادھوری سی چھوڑ دی ہے۔ موصوف نے اپنے قلم سے جب یہ رقم فرمادیا کہ ''جو حصہ زمین بدن مبارک سے ملا ہوا ہے کعبے سے افضل ہے، عرش سے افضل ہے، کرسی سے افضل ہے'' تو موصوف ذرا سی جرأت کا مظاہرہ اور فرماتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس حصہ زمین کے مکین کعبے کے ربّ سے، کرسی کے مالک سے اور عرش کے مکین

سے افضل ہیں (معاذ اللہ) تو بات پوری ہوجاتی! لیکن شاید انجانے خوف سے انہی الفاظ پر ان کے قلم کی قوت جواب دے گئی۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ قُبّہ خضراء اگر ان کے عقیدے کے مطابق کعبۃ اللہ سے افضل تھا تو قُبّہ خضراء ہی کو قبلہ مان لیتے اور اسی کی طرف رخ کر کے صلوٰۃ (نماز) ادا کرتے اور حج کے تمام ارکان یہاں مکمل کئے جاتے۔ لیکن ہماری معلومات کے مطابق ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنی زندگی میں یہ کام نہیں کیا۔ یہ بات بھی ان کے قول و عمل میں تضاد کا پتہ دیتی ہے۔

چھ سات سال پہلے کی بات ہے ایک تبلیغی بھائی کو فضائل حج میں قُبّہ خضراء کے متعلق لکھی ہوئی یہ عبارت دکھائی تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اس حوالے سے اس نے اپنے علماء سے بات کی انہوں نے اسے ٹرخا دیا۔ ایک دن جوش میں آکر کہنے لگا آپ میرے ساتھ رائے ونڈ چلیں تاکہ وہاں جا کر علماء سے درخواست کریں کہ اس قسم کی کفریہ تحریروں کو کتابوں سے حذف کیا جائے کیونکہ یہ تحریریں جماعت کی بدنامی کا باعث بن رہی ہیں۔ میں نے کہا بھائی! میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں لیکن یقین مانو وہاں کے علماء بھی آپ کو کورا جواب دے دیں گے۔ یہ سن کر اس کا جوش ٹھنڈا ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ضمیر کا گلا گھونٹ دیا۔ اب آیئے ''شیخ الحدیث صاحب'' سے آداب زیارت سیکھیں۔

موصوف قرآن و حدیث کے حوالے سے آداب نہیں سکھا رہے بلکہ ابن ہمام حنفی کی کتاب فتح القدیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''جب کسی قبر پر حاضری ہو تو میت کے پاؤں کی طرف سے جائے تاکہ میت کو اگر حق تعالیٰ شانہٗ آنے والے کا کشف عطا فرمائے تو دیکھنے میں سہولت ہو۔ اس لئے کہ جب میت قبر میں دائیں کروٹ لیٹتی ہے تو اس کی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے۔ اگر کوئی سرہانے کی طرف سے آئے تو میت کو دیکھنے میں تعب اور مشقت ہوتی ہے........ اس ضابطے کے موافق اس جگہ بھی بعض علماء نے لکھا ہے کہ قدم مبارک کی جانب سے حاضر ہو۔ جیسا کہ ابن حجر نے شرح مناسک میں نقل کیا ہے۔ مواہب میں لکھا ہے کہ زائر کے لیے مناسب یہ ہے کہ قبلے کی جانب سے ہو کر مواجہ شریف پر حاضر ہو۔ یہ ادب کے لحاظ سے اولیٰ ہے۔ مگر بعض علماء نے عام ضابطے کے خلاف اس جگہ پر سرہانے سے حاضری کو ترجیح دی ہے۔ اس وجہ سے کہ تحیۃ الوضو روضے میں پڑھی جائے جو حضور ﷺ کے

بالکل سرہانے ہے۔اس صورت میں اگر وہاں سے چل کر پاؤں کی طرف کو آئے گا تو صورت قبر مبارک کے طواف کی سی بن جائے گی۔اور قبر کا طواف بالکل جائز نہیں ہے''۔(فضائل حج: ۱۵۵،۱۵۶)

تبلیغی بھائیو! ''شیخ الحدیث صاحب'' کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔فرماتے ہیں کہ ''قبر کا طواف بالکل جائز نہیں ہے'' اور ماسوائے طواف کے قبر کی زیارت کے جو جو آداب موصوف نے ابن ہمام، ابن حجر اور دوسرے علماء کے حوالے سے نقل کئے ہیں سب جائز ہیں! اور جائز ہی نہیں بلکہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کے اندازِ بیاں سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ واجب ہیں!

اس سلسلۂ بیان میں زبدہ نامی کسی کتاب کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ''جب مواجہ شریف پر حاضر ہو تو سرہانے کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو۔اور پشت قبلہ کی طرف کرے اور بائیں طرف کو ذرا مائل ہو تا کہ چہرۂ انور کے بالکل سامنے ہو جائے.........''

اس کے بعد ''شیخ الحدیث صاحب'' نے جن الفاظ میں زائر کو نصیحت کی ہے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔فرماتے ہیں کہ ''دیوار سے تین چار گز کے فاصلے پر کھڑا ہو، زیادہ قریب نہ ہو کہ ادب کے خلاف ہے اور نگاہ نیچی رہنی چاہیے، ادھر اُدھر دیکھنا اس وقت سخت بے ادبی ہے، ہاتھ پاؤں بھی ساکن اور وقار سے رہیں۔یہ خیال کرے کہ چہرۂ انور اس وقت میرے سامنے ہے اور حضور اقدس ﷺ کو میری حاضری کی اطلاع ہے.........'' (فضائل حج: ۱۵۶،۱۵۷)

تبلیغی بھائیو! ان آداب کو پڑھ کر گمان ہوتا ہے کہ موصوف احمد رضا خان صاحب کے ساتھ کھیلے ہوئے ہیں جب ہی تو ان کے ہم زبان ہیں وگرنہ یہ سنہری الفاظ تو انکے یہاں بھی دستیاب نہیں ہیں! قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿البقرہ: ۲۳۸﴾

اور اللہ کے آگے باادب کھڑے رہا کرو۔

آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو صلوٰۃ (نماز)

کے آداب سکھائے ہیں۔اور آپ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے کمال فنکاری سے اس آیت کا رخ اس ذات بے ہمتا سے پھیر کر ذات نبوی ﷺ کی طرف موڑنے اور آدابِ صلوٰۃ کو آدابِ زیارت میں تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے! اس حد تک زائر کی ذہن سازی کر چکنے کے بعد ''شیخ الحدیث صاحب'' کو اصولاً یہ کہنا چاہیے تھا کہ اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ سینے پر باندھ لینے چاہییں! سیاق عبارت اسی بات کا متقاضی ہے۔لیکن شاید انہوں نے زائر کو ناحق تکلیف دینا مناسب نہیں جانا کیونکہ پرانا عاشق صادق ہونے کے ناطے انہیں معلوم تھا کہ نمازِ عشق تکبیر تحریمہ کے بغیر بھی ادا ہو جاتی ہے۔اور چونکہ نمازِ عشق قبلے کی بجائے کسی نہ کسی قبر کی جانب رخ کر کے ادا کی جاتی ہے اس لیے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے زبدہ کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل کر کے کہ ''پشت قبلہ کی طرف کرلے''، تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔پھر بھی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کا کیا علاج! نیز بارگاہ الٰہی میں نماز کی قبولیت کے لیے ایمان خالص کے علاوہ خشوع وخضوع بھی از حد ضروری ہے۔جیسا کہ حدیث جبریل میں نبی ﷺ نے ''احسان'' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ

''(اے مخاطب) اللہ کی عبادت اس انداز سے کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا ہی سمجھ کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے''۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر؛ تفسیر سورۃ لقمان)

چنانچہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے استفادہ کر کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے قبر نبوی کی زیارت کے لیے حاضر ہونے والوں کو بھی ''احسان'' کا یہی مفہوم بتایا ہے کہ یہ خیال کرے کہ چہرہ انور اس وقت میرے سامنے ہے اور حضور اقدس ﷺ کو میری حاضری کی اطلاع ہے'' کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن فی الواقع شرک کے شائقین پر ''شیخ الحدیث صاحب'' کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے انھیں ان مراسم عبودیت سے صحیح طور پر آگاہ کر دیا! موصوف کے علاوہ شاید کسی اور نے آدابِ زیارت کے موضوع پر اس سے زیادہ معلومات جمع نہیں کی ہوں گی۔اور یہ انہی کا طرۂ امتیاز ہے۔اس مدح سرائی کے بعد ہم تبلیغی بھائیوں کی خدمت میں موطا امام مالک کی ایک حدیث پیش کرنا چاہتے

ہیں۔حدیث کیا ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ دعا ہی دعا ہے۔ملاحظہ فرمائیے:

عطا بن یسارؒ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا کی اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے، اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(موطا امام مالک کتاب قصر الصلوٰۃ؛ باب جامع الصلوٰۃ)

اس حدیث کے بارے میں بعض لوگ اپنے تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے اور نبی ﷺ نے واقعی یہ دعا مانگی ہے تو یہ کیوں بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل نہیں کر پائی اور قبر نبوی کی بت کی طرح پوجا کیوں شروع کردی گئی۔ان لوگوں کی یہ سوچ غلط ہے کہ یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔تاریخ گواہ ہے کہ خیر القرون میں قبر، قبر ہی رہی اور کسی کو اس کی حیثیت تبدیل کرنے اور عبادت گاہ بنانے کا حوصلہ نہ ہوا۔لیکن بدقسمتی سے خیر القرون کے بعد قبر کے پروانوں کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں کھلی چھٹی دے دی۔کیونکہ اس کی سنت یہی ہے۔جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿النساء : ۱۱۵﴾

اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے باوجود یکہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور مومنوں کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ پھرتا ہے ادھر ہی ہم اسے پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اُمید ہے کہ تبلیغی بھائیوں کے یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرتے ہیں یا نہیں۔

قبر نبوی ﷺ سے سلام کا جواب آنا

گذشتہ صفحات میں تبلیغی بھائی ''شیخ الحدیث صاحب'' کے بے شمار کارنامے دیکھ چکے ہیں کہ موصوف نے ضعیف اور موضوع روایتوں اور مسلک پرست ائمہ کی گمراہ کن کتابوں کے حوالے سے

نبی ﷺ کو قبر میں زندہ جاوید اور البصیر اور السمیع دکھانے کی کوشش کی ہے۔اب ہم فضائل حج کی زینت بننے والے لاتعداد جھوٹے قصوں میں سے چھانٹ کر اس مضمون کے چند قصے آپ کے سامنے لانا چاہتے ہیں جنھیں بنیاد بنا کر ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ ثابت کرنے کوشش کی ہے کہ نبی ﷺ مجیب الدعوات بھی ہیں۔اس سلسلے کا پہلا قصہ ملاحظہ فرمائیے؛ قول بدیع نامی کتاب کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ ''شیخ ابراہیم بن شیبانؒ فرماتے ہیں کہ میں حج کی برکات حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا اور قبر اطہر پر حاضر ہو کر میں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام جواب میں سنا''۔(فضائل حج : ۱۷۹)

سب سے پہلے ہم تبلیغی بھائیوں کو ''شیخ الحدیث صاحب'' کے غلو کا یہ نمونہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ ہر دفعہ نبی ﷺ کو ''حضور اقدس'' کے لقب سے ملقب کررہے ہیں۔آپ جانتے ہیں کہ اقدس مبالغے کا صیغہ ہے جو صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ ہی کے لیے زیبا ہے۔قرآن کریم میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس لقب سے مخاطب نہیں فریا اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے آپ ﷺ کو کبھی اس لقب سے یاد فرمایا۔اس لحاظ سے تو یہ نئی ترکیب ''شیخ الحدیث صاحب'' یا ان کے فاضل اکابرین کے ذہنوں کی اختراع معلوم ہوتی ہے۔

اب آیئے اس جھوٹے قصے کی طرف جس کے مطابق شیخ ابراہیم نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام جواب میں سنا۔قرآن کریم کی متعدد آیات موجود ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ کوئی بھی انسان موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد کلام نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی سلام کرنے والے کو جواب دے سکتا ہے۔مثال کے طور پر تبلیغی بھائیوں کی خدمت میں قرآن کی چند آیتیں پیش کی جارہی ہیں۔ارشاد ہے:

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۭ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿الانعام : ۳۶﴾

جواب تو وہ دیتے ہیں جو سنتے ہیں، رہے مردے تو انھیں اللہ ہی دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿الاعراف : ۱۹۴﴾

بے شک اللہ کے سوا تم جن ہستیوں کو پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے بندے ہیں، اچھا ان کو پکارو پھر وہ تمہیں جواب بھی دیں اگر تم سچے ہو۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ ﴿الاحقاف : ۵﴾

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے بالکل بے خبر ہیں۔

ان آیات میں جو نظریہ پیش کیا گیا ہے اگر نبی ﷺ کی ذات اس سے مستثنیٰ ہوتی تو صرف ایک لفظ ''اِلَّا'' کے ذریعے وضاحت کر دی جاتی۔ یہاں واضح کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی انسان خواہ نبی ہو یا غیر نبی موت سے ہمکنار ہونے کے بعد نہ تو سنتا ہے اور نہ ہی کسی پکارنے والے کی پکار کا اور سلام کرنیوالے کے سلام کا جواب دیتا ہے کیونکہ سننا اور جواب دینا لازم وملزوم ہیں، یہ اسلام کا آفاقی نظریہ ہے جسے سائنسی ترقی کے اس دور میں بھی کوئی مائی کا لال جھٹلا نہیں سکا۔ لیکن ''شیخ الحدیث صاحب'' کا حوصلہ، ان کی ہمت اور جرأت اور قرآن وحدیث سے ان کی بیزاری کا یہ حال دیکھئے کہ اسلام کے سچے نظریے کو جھٹلانے کے لیے بے شمار کتابوں کی ورق گردانی کرنے کے بعد ان کی نگاہِ انتخاب قولِ بدیع (جس کا عنوان قولِ قبیح ہونا چاہئے تھا) جیسی کتاب کے اس جھوٹے قصے پر آ کر ٹھہری ہے۔ تبلیغی بھائی فضائل حج میں قبرِ نبوی سے سلام کے جواب آنے والا یہ جھوٹا قصہ پڑھ کر یہی سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف نے دین کی بڑی خدمت کی ہے لیکن دین اسلام کی نہیں بلکہ اپنے مخصوص دین کی خدمت کی ہے جو ایسے ہی باطل عقائد پر مبنی جھوٹے قصوں پر مشتمل ہے اور جس کو عرف عام میں شرک کہا جاتا ہے۔ تبلیغی جماعت میں شامل بقراطی دماغ کے مالک ہمارے بعض دوست احباب حسبِ عادت اپنے ''شیخ الحدیث صاحب'' کی بات کا بھرم رکھنے کے لیے اوپر بیان کردہ قرآنی آیات کے بارے میں یہی کہیں

گے کہ ''یہ آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں''۔

ہم بصد ادب واحترام عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے مخاطبین کے خیال میں قرآن کریم کی یہ محکم آیات جن میں بتایا گیا ہے کہ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ (یعنی مردوں کو تو اللہ ہی اٹھائے گا)، عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ (تمہارے جیسے بندے ہیں) اور وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ (وہ ان کی دعا وپکار سے بے خبر ہیں) فوت شدہ ہستیوں یعنی انبیاء اور صلحا کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہیں تو للہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت یا کوئی ایک صحیح حدیث ایسی پیش فرمائیں جس سے ثابت ہو کہ قبر سے سلام کا جواب آنا ممکن ہے۔

اور اگر یہ کام آپ نہ کر سکیں اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو اس آگ سے ڈریے جس کا ایندھن انسان اور پتھر بننے والے ہیں اور جو حق کے انکاریوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اور اس دن کی وحشتناکیوں اور اس وقت کی حسرت ویاس کو دھیان میں لائیے جب پیشوا اپنے اندھے مقلدین سے بیزاری کا اظہار کریں گے، اور باطل عقائد کی بنیاد پر پیدا کیا ہوا جوڑ اور عقیدت کی بھول بھلیوں میں پروان چڑھے ہوئے تعلقات کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جائیں گے!

قبر نبوی ﷺ سے دستِ مبارک کا باہر نکلنا اور سید احمد رفاعی کا اس کو چومنا

نبی ﷺ کو الحی ثابت کرنے کے لیے اس اُمت کے ربیوں اور فریسیوں نے جو قصے مشہور کر رکھے ہیں اس سلسلے کا ایک اور عجیب وغریب قصہ ملاحظہ فرمائیے:

''شیخ الحدیث صاحب'' الحاوی للسیوطی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''سید احمد رفاعی مشہور اکابر صوفیہ میں سے ہیں۔ ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور قبرِ اطہر کے مقابل کھڑے ہو کر یہ دو شعر پڑھے............ ترجمہ ''دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمتِ اقدس میں بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک کو چومتی تھی۔ اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے۔ اپنا دستِ مبارک عطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔ اس

پر قبر شریف سے دستِ مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما اور نوے (۹۰،۰۰۰) ہزار کا مجمع تھا جس نے یہ دیکھا"۔ (فضائل حج : ۱۸۴)

تبلیغی بھائیو! آپ دیکھ رہے ہیں کہ "شیخ الحدیث صاحب" بار بار ایک ہی راگ الاپ رہے ہیں اور بار بار ایک ہی بات ثابت کر رہے ہیں کہ نبی ﷺ قبر کے اندر زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ اس قسم کے دو چار نہیں بلکہ ہزاروں قصے بیان کرنے والے بیان کرتے رہیں، پھر بھی اس تاریخی حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ نبی ﷺ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو فوت ہو چکے ہیں۔ اور نہ ہی صحیح بخاری کی اس حدیث سے صرفِ نظر کیا جاسکتا ہے جس کی رو سے آپ ﷺ کے سانحہ ارتحال پر جب عمر فاروق ؓ نے یہ کہا کہ

"وَاللهِ مَامَاتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ"

یعنی اللہ کی قسم اللہ کے رسول ﷺ نہیں مرے۔

تو ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو نبی ﷺ کی موت کا یقین دلانے کے لیے آپ ﷺ کے یارِ غار جناب ابوبکر صدیق ؓ نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا

اَلَا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَاِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَاِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ

(صحیح بخاری کتاب المناقب وکتاب المغازی وکتاب الجنائز)

سنو! جو کوئی تم میں سے محمد ﷺ کی بندگی کرتا تھا (وہ جان لے کہ) محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی بندگی کرتا تھا (وہ بھی جان لے کہ) اللہ زندہ جاوید ہے اسے موت نہیں آنی

یہ تاریخی الفاظ کہنے کے بعد ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے موقف کی تائید میں قرآن کریم کی دو آیات کی تلاوت فرمائیں:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿الزمر : ۳۰﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِي اللهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿آل عمران:۱۴۴﴾

اور محمد ﷺ تو صرف ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی (بے شمار) رسول گذرے ہیں، اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ ایڑیوں کے بل (دین اسلام سے) پھر جاؤ گے۔ اور جو کوئی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرے گا۔ اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔

صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے موقعہ پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین مسجد نبوی میں جمع تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی میت میں اگر ذرہ برابر زندگی کی رمق باقی ہوتی تو یہی موقعہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے اوپر ڈالی گئی دھاری دار چادر سے اپنا دستِ مبارک باہر نکال کر ابوبکر صدیق ؓ کے موقف کو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی موجودگی میں رد فرما دیتے اور وفات کے بعد اپنی جسمانی زندگی کا واضح ثبوت اپنے پیچھے چھوڑ جاتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ان تاریخی حقائق سے تبلیغی بھائیوں پر واضح ہو گیا ہوگا کہ "شیخ الحدیث صاحب" نے فضائل حج میں سید احمد رفاعی کا جو قصہ نقل کیا ہے، سراسر جھوٹ ہے۔ اور اس قصہ کو صحیح مان لینے سے قرآن کی محکم آیات اور صحیح بخاری کی صحیح حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔

ایک بات یہ بھی سوچنے کی ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی سب سے چہیتی زوجہ تھیں، انہی کی گود میں سر رکھے ہوئے آپ ﷺ نے وفات پائی اور انہی کے حجرے میں آپ ﷺ کو دفن کیا گیا (بحوالہ صحیح بخاری)۔ اور اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخری عمر تک وہیں قیام پذیر رہیں، لیکن ایک مرتبہ بھی نبی ﷺ کا دستِ مبارک قبر سے باہر نہیں نکلا کہ وہ اس کی زیارت کرتیں، اس کو چومتیں اور اپنی آنکھوں سے لگاتیں۔ تبلیغی بھائیو! ذرا سوچو کہ سید احمد رفاعی نبی ﷺ کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ پیارے تھے کہ آپ ﷺ نے انھیں اپنے دستِ مبارک کو چومنے کا موقعہ دیا۔ یا ان

کے اشعار میں کن فیکون والی ''طاقت'' تھی کہ یوم البعث سے پہلے ہی نبی ﷺ معجزانہ طور پر زندہ ہو گئے اور اپنا دستِ مبارک قبر سے باہر نکال کر اپنی جسمانی زندگی کا ثبوت پیش فرما گئے، اس قصہ کے جھوٹے ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ۹۰ ہزار کا مجمع تھا جس نے یہ منظر دیکھا یہ بات غور طلب ہے کہ کیا ۵۵۵ھ میں مسجد نبوی میں اتنے افراد کی گنجائش تھی جن کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

تبلیغی بھائیو! آپ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' تو اس قسم کے شرکیہ واقعات اور عشقیہ اشعار سے ساری عمر دل بہلانے کے بعد اس دنیائے رنگ و بو سے کوچ فرما گئے ہیں اب آپ کو کیا پڑی ہے کہ ان کی کتابوں سے ایسے قصے پڑھ کر اور دوسروں کو سنا کر اپنی زندگیاں برباد کریں؟

نبی ﷺ کا اپنی قبر کی زیارت کو آنے والے شخص کو ایک عدد روٹی عطا فرمانا

''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنے روحانی ذوق کے باوصف نبی ﷺ کو مجیب الدعوات ثابت کرنے کے لیے علامہ سمہودی کی کتاب وفاء الوفا کے حوالے سے یہ جھوٹا قصہ نقل کیا ہے۔ پڑھیے اور ''شیخ الحدیث صاحب'' کے علم کی داد دیجیے۔ لکھتے ہیں کہ ''ابن جلاء کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا، مجھ پر فاقہ تھا میں قبرِ شریف کے قریب حاضر ہوا اور عرض کیا 'حضور ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں'۔ مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو میں نے حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی حضور ﷺ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جب میں جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی''۔ (فضائل حج : ۱۸۸)

تبلیغی بھائیو! کسی ہوٹل کے قریب سے گذرتے ہوئے یا کسی بس ویگن وغیرہ میں سفر کرتے ہوئے زندگی میں کبھی نہ کبھی قوالی کے یہ رسیلے بول ضرور بالضرور آپ کے کانوں سے ٹکرائے ہوں گے

ع   جو کچھ بھی مانگنا ہے درِ مصطفیٰ سے مانگ   اللہ کے حبیب شہ انبیاء سے مانگ

قوال یہ الفاظ اپنی مخصوص لے میں طبلے کی تھاپ پر بار بار ادا کر کے جس عقیدے کی تبلیغ

کرتا ہے وہ عقیدہ قرآن وحدیث کے اندر تو کہیں نہیں ملتا بلکہ یہ تو خلاصہ ہے ''شیخ الحدیث صاحب'' اور ان جیسے نام نہاد علماء کی تعلیمات کا جن کی تحریر وتقریر کے ذریعے قوال کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ نبی ﷺ مجیب الدعوات ہیں۔

حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالتے تھے۔ کسی صحیح روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی نے بھوک اور افلاس کی حالت میں قبرِ نبوی کا رخ کیا ہو اور اللہ کے بجائے اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا ہو، لیکن بعد کے ادوار میں جسے اسلام کے زمانہ انحطاط کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جب ابن جلاء جیسے علامہ ظاہر ہوئے اور ان کے ''کارناموں'' کے سبب ان لوگوں کو ہادی ومرشد وغیرہ کے القابات سے یاد کیا جانے لگا تو ان کی دسیسہ کاریوں سے قبرِ نبوی آہستہ آہستہ مرجع خلائق بن گئی اور نبی ﷺ کے بارے میں اس قسم کے بے سروپا قصے مشہور ہو گئے۔ مانا کہ ابن جلاء نے قبرِ نبوی پر حاضر ہو کر اپنی فاقہ مستی کا تذکرہ کیا ہو گا لیکن نبی ﷺ نے اس کے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے روٹی عطا کی ہو، یہ بالفعل ناممکن اور فی الحقیقت من گھڑت ہے۔ روٹی کا قصہ ابن جلاء نے نبی ﷺ کو مجیب الدعوات ثابت کرنے کے لیے گھڑا ہے۔

تبلیغی بھائیو! ابن جلاء کے ان الفاظ پر غور کرو: مجھ پر فاقہ تھا............ مجھ پر کچھ غنودگی سی آ گئی............'' یعنی قبرِ نبوی کے قریب اسے نیند آ گئی۔ عام حالات میں تو بھوک کی حالت میں نیند آنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن روٹی کا یہ قصہ جس سے نبی ﷺ کا مجیب الدعوات ہونا ثابت ہوتا ہے ابن جلاء کے بیدار ہونے کی صورت میں مکمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے عادتِ عامہ کے خلاف ابن جلاء نے شدید بھوک کی حالت میں بھی قبرِ نبوی کے پاس نیند لا کر قصے کو مکمل کر دیا۔ قصہ گوئی بھی بہر حال ایک فن ہے، جب روٹی کا یہ قصہ اس کے ذہن میں آیا ہو گا اس وقت اس کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہیں ہو گی کہ اسکے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ''شیخ الحدیث صاحب'' جیسی قد آور شخصیات دنیا میں آنے والی ہیں

قبر نبوی پر پڑھے جانے والے ایک خط کا قصہ

علامہ سمہودی کی کتاب وفاء الوفا کے حوالے سے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اس خط کا قصہ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''ابو محمد اشبیلی کہتے ہیں کہ غرناطہ کا ایک شخص اس قدر بیمار ہوا کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو گئے، زندگی سے مایوسی ہو گئی، وزیر ابو عبداللہ محمد بن ابی خصال نے ایک خط حضور اقدس کی خدمت اقدس میں لکھا، اس میں چند شعر بھی لکھے جو وفاء الوفا میں مذکور ہیں۔ وہ خط حجاج کے قافلے میں ایک شخص کو دے دیا، اس میں بیماری سے صحت کی دعا کی درخواست تھی، وہ قافلہ جب مدینے پاک پہنچا اور وہ خط قبر شریف پر پڑھا گیا، اسی وقت وہ بیمار اچھا ہو گیا۔ جب وہ شخص جس کے ہاتھ خط گیا تھا حج سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ بیمار ایسا تھا گویا کبھی بیماری اس کو پہنچی ہی نہیں'' (فضائل حج: ۱۹۵)

واہ واہ! کیا سماں باندھا ہے قصہ گو نے کہ ادھر قبر نبوی پر وزیر موصوف کا خط پڑھ کر سنایا گیا اُدھر غرناطے کا ایک لاعلاج مریض یوں رو بصحت ہو گیا گویا وہ کبھی بیمار ہوا ہی نہ تھا۔ نبی ﷺ کو الحی، السمیع، حاجت روا اور مشکل کشا ثابت کرنے کے لیے ان علامہ صاحبان نے کیسے کیسے قصے گھڑ رکھے ہیں اور دوسری طرف ان قصوں کو بار بار پڑھنے والے تبلیغی بھائی زبان سے یہ کلمات ادا کرتے نہیں تھکتے کہ ''اللہ سے ہونے کا یقین اور مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین''۔ قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ ان الفاظ میں منقول ہوا ہے:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿الشعراء : ۸۰﴾

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

اور ایوب علیہ السلام کا عقیدہ ان دعائیہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿الانبیاء : ۸۳﴾

مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

لیکن تبلیغی بھائیو! آپ کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے فضائل حج میں خط کا یہ قصہ نقل کر کے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن میں سابقہ انبیاء کے حوالے سے بیان کیا جانے والا یہ عقیدہ کہ بیماروں کو شفا

بخشنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، پرانے زمانے کی بات ہے۔ اور یہ کہ اب بیماروں کو شفا دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سونپ دیا ہے! سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بیماروں کو شفا دینے کا اختیار آپ ﷺ کو دے رکھا تھا تو آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں یہ اختیار کیوں نہیں استعمال فرمایا، آپ ﷺ کی بیوی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ ﷺ کی صاحبزادیاں رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ ﷺ کے تین کم سن بچے مختلف امراض کا شکار کیوں ہوئے؟ اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ خود کیوں شدید بیمار ہوئے اور وہ بیماری کیوں آپ کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی؟ ان دلائل کی بنیاد پر کیوں نہ کہا جائے کہ ابو محمد اشبیلی نے خط کا قصہ گھڑ کے اور ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اسے فضائل حج میں نقل کر کے نبی ﷺ کو اللہ کی قدرت میں شریک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہو سکتا ہے خط کا یہ قصہ جس دور میں گھڑا گیا اس دور میں قبر پرستی کی وبا عام ہونے کے سبب وزیر موصوف نے کوئی خط نبی ﷺ کے نام لکھا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خط وزیر موصوف کے حکم پر قبر نبوی پر پڑھا بھی گیا ہو۔ لیکن خط پڑھتے ہی غرناطہ میں رہنے والا مریض اچھا ہو گیا، یہ نرا جھوٹ ہے۔ اس بات کی تصدیق کرنا نبی ﷺ کو الٰہ تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔

تبلیغی بھائیو! نبی ﷺ کو الٰہ ثابت کرنے کے لیے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے بڑی محنت کی ہے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے عربی کے بے شمار کتابوں کی ورق گردانی کر کے فضائل حج میں اس مضمون کے جھوٹے قصے لوگوں کے پڑھنے کے لیے جمع کئے ہیں۔ لیکن ذیل میں ہم مسلم کی جو حدیث نقل کر رہے ہیں اسے پڑھ کر آپ کو ''شیخ الحدیث صاحب'' کی ساری محنت پر پانی پھرتا ہوا محسوس ہو گا۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

صحابی رسول ﷺ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تم مؤذن کی اذان سنو تو وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو، کیونکہ وسیلہ دراصل جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو دیا جائے گا اور مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ اور جو کوئی میرے لیے وسیلہ طلب

کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ فوت ہونے کے بعد نبی ﷺ کی روح مبارک جنت کے سب سے اعلیٰ مقام الوسیلہ میں ہے۔ چنانچہ جب روح مبارک الوسیلہ میں ہے تو ماننا پڑے گا کہ قبر کے اندر آپ کا جسد بے روح ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وزیر موصوف کا سفارشی خط سن کر غرناطہ کے رہنے والے مریض لادوا کو شفا دینے، احمد رفاعی کے دو شعر سن کر قبر سے دستِ مبارک باہر نکالنے، شیخ ابراھیم بن شیبان کو سلام کا جواب دینے، ابن جلاء کو خواب میں روٹی دینے اور اس مضمون کے بے شمار دیگر قصے جو ''شیخ الحدیث صاحب'' نے نبی ﷺ کو قبر میں زندہ ثابت کرنے کے لیے فضائل حج میں جمع کیے ہیں، سب کے سب بے بنیاد اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ تبلیغی بھائیو! ہم نے حق وباطل پوری طرح کھول کر آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اب تو آپ کو ان دونوں کا فرق نظر آ جانا چاہیے۔ اب تک ہم فضائل حج کے ایک سو پچانوے (۱۹۵) صفحات کھنگال چکے ہیں اور سو ۱۰۰ سے زائد ابھی باقی ہیں۔ لیکن آخر تک جانا بے فائدہ ہے کیونکہ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے باقی ماندہ صفحات میں بھی اسی قسم کا جھوٹ جمع کر رکھا ہے۔ بالخصوص روض الریاحین وغیرہ کے حوالے سے موصوف نے اللہ والوں کے جو ستر (۷۰) قصے نقل کیے ہیں وہ کذب وافتراء میں اپنی مثال آپ ہیں۔ البتہ یہ جھوٹے قصے نقل کرنے کے بعد اقبال جرم کے طور پر ''شیخ الحدیث صاحب'' نے جو الفاظ حوالہ قرطاس کیے ہیں وہ ہم تبلیغی بھائیوں کی معلومات کے لیے ذیل میں نقل کیے دیتے ہیں۔

اقبال جرم

''شیخ الحدیث صاحب'' لکھتے ہیں کہ ''ان واقعات میں تین امر قابل ذکر ہیں۔ اول یہ کہ یہ احوال اور واقعات جو گذرے ہیں وہ عشق اور محبت پر مبنی ہیں۔ اور عشق کے قوانین عام قوانین سے بالاتر ہوتے ہیں۔ عشق کے ضوابط کسی اُصول کے ماتحت نہیں ہوتے، نہ یہ پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں، بلکہ یہ عشق پیدا کرنے سے آتے ہیں۔

ع عاشقی ہے بند آنکھیں کر کے لٹ جانے کا نام (فضائل حج : ۳۱۹)

''شیخ الحدیث صاحب'' نے لفظوں کے ہیر پھیر کے ساتھ اقبال جرم تو کر ہی لیا اور تسلیم کر لیا ہے کہ یہ سارے واقعات جو انہوں نے فضائل حج میں نقل کیے ہیں اُن کا اصول ونصوص سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا وہ بے بنیاد ہیں۔ یہ ثبوت دستیاب ہونے کے بعد بھی اگر تبلیغی بھائی ''شیخ الحدیث صاحب'' کے بارے میں کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا ہوں تو اس بے حسی کا کوئی علاج نہیں ہے!

فضائل درود

اس وقت فضائل کے سلسلے کی چوتھی اور آخری کتاب ''فضائل درود'' ہمارے سامنے ہے۔ اس کے کُل ایک سو چالیس (۱۴۰) صفحات ہیں۔ درالاشاعت کراچی نمبر 1 نے یہ کتاب شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ فضائل اعمال اور فضائل صدقات کے ناقدانہ جائزہ سے ہم تبلیغی بھائیوں کے علم میں یہ بات لا چکے ہیں کہ جھوٹی روایات اور فرضی واقعات کے بل بوتے پر ''شیخ الحدیث صاحب'' نے بعض اکابرین اور دین تصوف کے بعض بزرگوں کو الوہی صفات کا مالک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اور فوت شدہ صوفیوں کو موصوف نے اپنے زورِ قلم سے ''سخی'' تک ثابت کر دکھایا ہے۔ فضائل حج کے ابتدائی اوراق میں بھی یہی مقصد ان کے پیش نظر رہا، لیکن زیارتِ مدینہ کے باب کا آغاز کرتے ہی ''شیخ'' نے پینترا بدلا اور ان کی تمام تر توجہ نبی ﷺ کو قبر میں زندہ ثابت کرنے پر مرکوز ہو گئی۔ موصوف نے حصولِ مقصد کے لیے جھوٹی روایتوں اور حکایتوں کے علاوہ مسالکِ اربعہ کے مشہور ''صحیفوں'' سے بھی بھرپور استفادہ کیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ بھی دیکھتے آ رہے ہیں کہ ہم قرآن کی محکم آیات اور صحیح احادیث کی مدد سے ''شیخ الحدیث صاحب'' کے بیان کردہ قصوں اور ان کی ہر باطل دلیل کو رد کرتے آ رہے ہیں۔ الحمدللہ!

تبلیغی بھائیو، دوستو اور بزرگو! درود کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے کوئی صاحبِ ایمان درود کی فضیلت سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن درود کی آڑ میں آپ کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے ''فضائل درود'' میں دین وایمان کے ساتھ جو کھیل کھیلا ہے، اور جس طرح اللہ کے آخری رسول ﷺ کو مقام رسالت سے اٹھا کر مقام الوہیت تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، اسے بھی کوئی بندۂ مومن ٹھنڈے پیٹوں برداشت

نہیں کرسکتا۔

زیرِ تبصرہ کتاب (فضائل درود) کتنی بلند پایہ ہے اور اس کے اندر چھیڑے گئے مباحث کتنے بامقصد اور مبنی برحق ہیں، اس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کے نصف سے زائد حصے میں خوابوں کے قصے ہیں۔ تبلیغی بھائیوں کی عبرت کے لیے فضائل درود کے حوالے سے آئندہ کچھ خواب بیان کئے جائیں گے۔ علاوہ ازیں ملا جامی کی مثنوی اور مولوی محمد قاسم صاحب (بانی دارالعلوم دیوبند) کے مشہور قصیدے، قصیدۂ بہاریہ کا ایک شعر بھی نقل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ آدم علیہ السلام کے نکاح کا قصہ اور اس کے علاوہ بہت کچھ آپ آئندہ سطور میں پڑھیں گے۔

اُصولی بات:-

فضائل درود کے ٹائیٹل پر جہاں مؤلف موصوف کا نام بمع القابات لکھا ہوا ہے اس سے ذرا نیچے "حواشی بتعاون فضلاء، مظاہر العلوم سہارنپور و دارالعلوم دیوبند و ندوۃ العلماء لکھنؤ" کے الفاظ تحریر کرکے ناشر نے واضح کر دیا ہے کہ اگرچہ فضائل درود کے مؤلف تنہا "شیخ الحدیث صاحب" ہیں لیکن ان کی اس معرکۃ الآرا کتاب کو محولہ بالا تینوں مدارس سے وابستہ علماء و فضلاء کی تائید حاصل ہے۔ یہ وضاحت چونکہ فضائل درود کو ایک مستند کتاب کے طور پر روشناس کروانے کے لیے کی گئی ہے، اس لیے آئندہ اوراق میں فضائل درود کے حوالے سے ہم جو تلخ و شریں آپ کے سامنے لائیں گے اصولاً اس کا ذمہ داران تینوں مدارس کے زعما کو قرار دیا جائے گا۔

طرزِ استدلال:-

قرآن حکیم کی جو آیت ذیل میں نقل کی جارہی ہے یہ آیت پہلے بھی تبلیغی بھائیوں کی اصلاح کے لیے پیش کی جاچکی ہے، یہاں پھر اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے اس لیے قندِ مکرر کے طور پر دوبارہ ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ ﴿النساء : ۵۹﴾

پس اگر تمہارا کسی معاملے میں آپس میں اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ دین سے متعلق کسی بھی موضوع پر بحث کرتے ہوئے قرآن و حدیث پر انحصار کرنا چاہیے۔ اور جملہ مسائل کے حل کے لیے انہی دو چیزوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس "شیخ الحدیث صاحب" نے جو انداز بیان اختیار کیا ہے اور اپنے مؤقف کے ثبوت کے لیے جو طرزِ استدلال اپنایا ہے اس سے ہم تبلیغی بھائیوں کو فضائل حج پر تبصرہ کرتے ہوئے آگاہ کرچکے ہیں۔

ذیل میں فضائل درود کی فصل اوّل کی چیدہ چیدہ نگارشات نقل کی جارہی ہیں جن کی فہرست تو طویل ہے لیکن بطور نمونہ کچھ پیش کی گئی ہیں، پڑھیے اور "شیخ الحدیث صاحب" کے طرزِ استدلال کی داد دیجئے۔

لکھتے ہیں "علامہ سخاوی لکھتے ہیں .... علماء نے لکھا ہے .... حافظ ابن حجر کہتے ہیں .... حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں .... امیر مصطفیٰ ترکمانی حنفی کی کتاب میں لکھا ہے .... ایسے ہی علامہ نیشاپوری سے بھی نقل کیا ہے .... علامہ سخاوی فرماتے ہیں .... علامہ سخاوی نے امام زین العابدین سے نقل کیا ہے .... علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل کرتے ہیں .... حافظ عزیزالدین عبدالسلام کہتے ہیں .... علامہ رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے .... حافظ ابن حجر لکھتے ہیں .... وغیرہ"۔ (فضائل درود : ۶ تا ۳۴)

تبلیغی بھائیو! "شیخ الحدیث صاحب" کا یہ طرزِ استدلال آپ کو دعوتِ فکر دے رہا ہے، ذرا سوچیے! جس شخص نے کبھی براہِ راست قرآن و حدیث سے دین کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش ہی نہیں کی، جس شخص کے فہم و دانش اور تبلیغ دین کا تمام تر انحصار مسلکی کتابوں کے اقوال و ملفوظات پر تھا، جس کے ایمان و عقیدے کا دارومدار دوسروں کی رائے اور قیاس پر تھا، جس شخص کی اپنی کوئی سوچ اور کوئی رائے تھی ہی نہیں، اس کی خوشہ چینی اور اس کی حاشیہ برداری سے بھلا آپ کو کیا حاصل ہوگا؟

ملائکہ سیاحین والی جھوٹی روایت سے "شیخ الحدیث صاحب" کا غلط استدلال

فضائل درود میں "شیخ الحدیث صاحب" نے یہ روایت نقل کی ہے۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ

يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِیْ السَّلَامَ

(رواہ نسائی و ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب..........)

ابن مسعودؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری اُمت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

(فضائل درود : ۱۸)

غیر صحاح کے حوالے سے متعدد دیگر روایات بھی ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنے شرکیہ موقف کی تائید میں نقل کی ہیں۔ ان سب روایتوں پر تبصرہ طوالت کا باعث ہوگا، لہٰذا ہم صرف نسائی کی محولہ بالا روایت پر ہی جرح کریں گے اور اس جرح کے نتیجے میں تبلیغی بھائیوں کو اس مضمون کی دوسری روایتوں کی اصلیت بن دیکھے ہی معلوم ہو جائے گی۔

تبلیغی بھائیو! اس روایت کی اصلیت پر پردہ ڈالنے کے لیے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اس کی پوری سند بیان نہیں کی، لیکن ہم آپ کی اطلاع کے لیے عرض کئے دیتے ہیں کہ یہ روایت زاذان کوفی نے اپنی طرف سے وضع کر کے عبداللہ بن مسعودؓ سے منسوب کی ہے اور اس روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے بے شمار شاگردوں میں سے ماسوائے زاذان کے کسی دوسرے شخص نے یہ روایت بیان نہیں کی اور اس روایت کے معاملے میں زاذان منفرد ہے، یہ روایت سند کے لحاظ سے بہت کمزور ہے کیونکہ زاذان پر شدید جرح کی گئی ہے۔ ابن حجر نے اس کے بارے میں تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کان یخطی کثیرا یعنی وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا (تہذیب التہذیب؛ المجلد الثانی : ۴۵۸ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت) اور تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں فیہ شیعۃ زاذان میں شیعت ہے (تقریب التہذیب : ۱۰۵)

تبلیغی بھائیو! ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ ابن حجر کی کتابوں کے حوالے نقل کئے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' کو ان پر پورا اعتماد تھا۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ابن حجر نے جو زاذان پر جرح کی ہے ''شیخ الحدیث صاحب'' اسے بھی ملحوظ رکھتے اور زاذان کی

وضع کردہ روایت کو فضائل درود میں جگہ نہ دیتے لیکن یہ موضوع روایت نقل کر کے انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ خود کسی اصول کے پابند نہیں بلکہ وہ ہمیشہ اپنے مفاد کو عزیز رکھتے ہیں، شیخ الحدیث ہونے کے باوجود وہ حصول مقصد کے تحت اصول کو پس پشت ڈال دینے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے۔

جو کوئی خالی الذہن ہو کر زاذان اور اس کی خانہ ساز روایت کی تحقیق کرے گا اس پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اور سب سے بڑی دلیل اس روایت کے قابل رد ہونے کی یہ ہے کہ یہ روایت قرآن کے بتائے ہوئے عقیدے کے خلاف ہے۔ قرآن کی متعدد آیات کے آخر میں آپ نے یہ الفاظ پڑھے ہوں گے'' وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ''یعنی تمام معاملات اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ اور سورۃ ھود کی آخری آیت کے یہ الفاظ بھی ضرور آپ کی نظر سے گذرے ہوں گے۔'' وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ '' یعنی سارے کے سارے معاملات اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

تبلیغی بھائیو! ذرا غور سے سنو کُلُّہٗ کا لفظ درود و سلام پر بھی محیط ہے۔ یعنی جو شخص نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہے فرشتے نبی ﷺ کی خدمت میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے پیش کرتے ہیں۔ اگر درود و سلام پڑھنے والا شخص صحیح العقیدہ مومن ہو تو اسے بھی اس کا ثواب ملتا ہے اور نبی ﷺ کو بھی۔ اس کے برعکس درود و سلام پڑھنے والا شخص مشرکانہ عقائد کا حامل ہو اور وہ یہ سمجھ کر درود و سلام پڑھتا ہے کہ نبی ﷺ سنیں گے اور خوش ہوں گے تو باقی اعمال صالحہ کی طرح اللہ تعالیٰ اس شخص کا پڑھا ہوا درود و سلام بھی رد فرما دیتا ہے، اور ثواب کے بجائے اس کے نامہ اعمال میں ایک اور گناہ کا اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا یہ عمل اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے نہیں بلکہ غیر اللہ کے لیے ہوتا ہے۔

قرآن کی درج بالا آیات کا یہی مفہوم ہے۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے ان لاریب آیات کے مقابلے میں زاذان کی جھوٹی روایت پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ بعض اعمال (درود و سلام) اللہ کے بجائے براہ راست نبی ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس صفت خاص میں جس کا ذکر قرآن کی متعدد آیات میں بیان کیا گیا ہے نبی ﷺ بھی شریک ہیں۔

تبلیغی بھائیو! آپ کو اس بات کا کچھ احساس ہوا ہے کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' اور ان سے

پہلے گذرے ہوئے آئمہ نے مذکورہ جھوٹی روایت کی بنیاد پر عرضِ اعمال کا مشرکانہ عقیدہ ایجاد کر کے نبی ﷺ کی اُمت کے خلاف کتنی بڑی سازش کی ہے اور ان کی ہلاکت و بربادی کا کتنا خطرناک منصوبہ بنایا ہے۔ اتنے واضح دلائل سامنے آنے کے باوجود اگر آپ لوگوں کو اس بات کا احساس نہ ہو تو آپ کی عقل وخرد پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

تبلیغی بھائیو! زاذان کی روایت کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس سے خواہ مخواہ یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ دنیا میں جو ہر آن لاکھوں کروڑوں آدمی نماز میں یا نماز کے علاوہ نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں آپ ﷺ بیک وقت ان سب کا درود وسلام سنتے اور سمجھتے ہوں گے۔ حالانکہ یہ قدرت زندگی میں بھی آپ ﷺ کو حاصل نہیں تھی۔ یعنی نبی ﷺ زندگی میں ایک وقت میں ایک ہی آدمی کی بات سنتے اور اس کا جواب دیتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث سے ثابت ہے

''ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک گنوار آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ اپنی باتوں میں مشغول رہے۔ کچھ لوگ کہنے لگے آپ ﷺ نے گنوار کی بات سنی لیکن پسند نہ فرمائی۔ کچھ لوگوں نے کہا آپ ﷺ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ ﷺ اپنی بات پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں یوں فرمایا وہ قیامت کو پوچھنے والا کہاں گیا؟ اس گنوار نے کہا میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا! ''جب امانت اٹھ جائے تو قیامت کا منتظر رہ'' اس نے کہا امانت کیونکر اٹھ جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ''جب کام نا اہل آدمی کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا منتظر رہ''۔ (صحیح بخاری کتاب العلم؛ باب فضل العلم)

نبی ﷺ کی زندگی سے متعلق اس قسم کے اور بھی کئی واقعات صحیح احادیث میں منقول ہوئے ہیں لیکن ''شیخ الحدیث صاحب'' نے قصداً ان واقعات کو نظر انداز کیا کیونکہ یہ واقعات ان کے عقیدے کی نفی اور ان کے مؤقف کی تردید کرتے ہیں۔

ایک اور دلیل زاذان کی روایت کے جھوٹا ہونے کی یہ ہے کہ اسے صحیح تسلیم کر لینے سے یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ خود نبی ﷺ اپنی صلوٰۃ (نماز) میں جو درود وسلام پڑھتے ہوں گے اسے بھی فرشتے

اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کی بجائے الٹا آپ ﷺ پر ہی پیش کر دیتے ہوں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا جو عمل اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہی نہیں کیا جاتا ہوگا اس کے اجر وثواب سے بھی آپ ﷺ محروم رہتے ہونگے۔

تبلیغی بھائیو! دیکھا آپ نے زاذان کی جھوٹی روایت کو صحیح تسلیم کر لینے کے بعد قدرتی طور پر جو افکار وخیالات نبی ﷺ کے بارے میں انسان کے ذہن میں جنم لیتے ہیں، کس قدر مضحکہ خیز ہیں۔

زاذان کی جھوٹی روایت کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد لامحالہ یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ روزانہ لاکھوں کروڑوں انسان دن کے پانچ اوقات میں جیسے تیسے صلوٰۃ (نماز) ادا کرتے ہیں، اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں کسی کی پوری صلوٰۃ (نماز) پیش نہیں کی جاتی بلکہ قعدہ کے اندر پڑھے جانے والے ہر نمازی کے درود وسلام کو ملائکہ سیاحین لے لیتے ہیں اور اسے براہ راست نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔ نیز اللہ جل شانہٗ کے حضور ہر نمازی کی بغیر درود ناقص صلوٰۃ ہی پہنچتی ہے! یہ نظریہ جہاں یہ ثابت کرتا ہے کہ درود وسلام کا ثواب کسی نمازی کو نہیں ملتا وہاں یہ بات بھی ذہن نشین کراتا ہے کہ اِلٰہ ایک نہیں دو ہیں (معاذ اللہ)۔ اس جرح کی روشنی میں اظہار حق کے طور پر اگر یہ کہہ دیا جائے کہ تبلیغی جماعت اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے گویا دو الٰہوں کے عقیدے کو فروغ دے رہی ہے۔ اور اس کا ''اللہ سے ہونے اور غیر سے کچھ نہ ہونے کا نعرہ'' محض ڈھونگ ہے، تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اب یہ لوگ درج ذیل آیت کے صحیح مصداق ہو چکے ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

﴿التوبہ : ۳۱﴾

انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے بجائے رب بنا لیا ہے حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ اِلٰہ واحد کی بندگی کریں۔ اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔ وہ پاک ہے اس شرک سے جو یہ کرتے ہیں۔

سطورِ بالا میں تبلیغی جماعت کے بارے میں ہم نے جو مؤقف اختیار کیا ہے آئندہ صفحات اسی مؤقف کے ثبوت کے لیے وقف ہوں گے۔ اپنے موقف کے ثبوت میں ہم فضائل دورد کے حوالے سے کچھ قصے نقل کریں گے اور تبلیغی بھائیوں کو دکھائیں گے کہ ان قصوں کی بنیاد پر ان کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اپنے اکابرین کی پیروی میں کس طرح نبی ﷺ کو دوسرا ربّ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یاد رکھئے! فضائل درود کے حوالے سے جو قصے آپ کے سامنے لائے جارہے ہیں ان میں سے زیادہ تر خواب وخیال سے متعلق ہیں۔

درود کی برکت سے جہاز ڈوبتے بچ نکلا

''شیخ الحدیث صاحب'' رقمطراز ہیں کہ ''منہاج الحسنات میں ابن فاکہانی کی کتاب فجر منیر سے نقل کیا ہے ایک بزرگ نیک صالح موسیٰ ضریر بھی تھے انہوں نے اپنا گزرا ہوا قصہ نقل کیا کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور میں اس میں موجود تھا، اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی، اسی حالت میں رسول ﷺ نے مجھ کو یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ہزار بار پڑھیں، ہنوز تین سو بار پر نوبت پہنچی تھی کہ جہاز نے نجات پائی۔ وہ دورد یہ ہے............................(فضائل درود : ۹۹)

درود کے الفاظ ہم نے اس وجہ سے نقل نہیں کئے کہ یہ درود جعلی ہے یعنی حدیث کی کسی کتاب میں نہیں آیا۔

تبلیغی بھائیو! ہم جو آپ کی اصلاح کے لیے کہا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے دین کا دارومدار قال اللہ وقال الرسول پر نہیں بلکہ نام نہاد بزرگوں کے ارشادات پر ہے، تو یہ قصہ ہماری اس بات کا تازہ ثبوت ہے۔ دیکھئے اس بزرگ نیک صالح ضریر صاحب نے اپنی بزرگی چمکانے اور نبی ﷺ کو عالم الغیب، حاجت روا اور مشکل کشا ثابت کرنے کے لیے کتنا عظیم جھوٹ بولا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''جہاز ڈوبنے لگا............اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی............'' کوئی باشعور شخص اس بات کی تصدیق نہیں کرسکتا۔ کیونکہ انسان ہونے کے ناطے سب جانتے ہیں کہ اس قسم کی خوفناک صورت حال سے دوچار ہونے کے بعد آدمی کے اوسان خطا ہوجاتے ہیں، نیند، اونگھ اور غنودگی وغیرہ بالکل قریب نہیں

آتی۔ موت کے ڈر سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ جان بچانے کے لیے آدمی سہارا تلاش کرتا اور جدوجہد کرتا ہے۔ لیکن یہ بزرگ نیک صالح ضریر کہتے ہیں کہ اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی یعنی نیند آگئی یہ بالکل قرین قیاس نہیں۔ اور اس بزرگ نیک صالح ضریر نے نبی ﷺ پر کتنا بڑا جھوٹ باندھا ہے، کہتے ہیں کہ اس حالت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہاز والے یہ دورد ہزار بار پڑھیں۔ حالانکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مصیبت کے وقت آپ ﷺ درود کی بجائے اللہ کا ذکر کرتے تھے اور اس کی وحدانیت اور عظمت کا اقرار کرتے تھے۔ جیسا کہ بخاری کی درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سختی اور مصیبت کے وقت یوں دعا فرماتے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ جَهۡدِ الۡبَلَآءِ وَدَرۡكِ الشَّقَآءِ وَسُوۡٓءِ الۡقَضَآءِ وَشَمَاتَةِ الۡاَعۡدَآءِ (بخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من جهد البلاء)

اے اللہ میں بلا کی شدت اور بدبختی کی آفت اور تقدیر کی زحمت اور دشمنوں کی فرحت سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں اس قسم کے کچھ الفاظ زیادہ بھی ہیں۔ لیکن مصیبت کے وقت درود پڑھنے کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے چنانچہ یہ کیسے ممکن ہے کہ زندگی میں تو نبی ﷺ نے عند الکرب یہ دعا تعلیم فرمائی ہو اور وفات کے بعد جہاز والوں کو درود پڑھنے کا حکم دیا ہو، اور درود بھی ایسا جس کا زبان رسالت سے کوئی تعلق ثابت ہی نہیں ہوتا۔ یہ بات بھی باعث حیرت ہے کہ وفات کے بعد نبی ﷺ نے کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو غنودگی میں کوئی ہدایات نہ دیں جن سے فتنوں کا سدباب ہوتا، لیکن شیخ الحدیث کے بیان کردہ قصوں میں نبی ﷺ کا غنودگی یا خواب میں آتے رہنا ایک عام معمول ہے۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق تو نبی ﷺ کی زندگی میں ہی دین مکمل ہوچکا تو اب وفات کے بعد دین میں ترامیم اور اضافے کیسے؟ صحیح بخاری کی محولہ بالا حدیث ''شیخ الحدیث صاحب'' کی نظر سے بھی ضرور گزری ہوگی لیکن اس حدیث کو انہوں نے اس لیے درخور اعتنا نہیں سمجھا کہ یہ ان کے عقیدے اور مؤقف کے خلاف تھی۔

درود کی فضیلت کا ایک عجیب قصہ

بدیع کے حوالے سے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے لکھا ہے کہ ''شیخ المشائخ حضرت شبلی نور اللہ مرقدہ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرے پڑوس میں ایک آدمی مر گیا، میں نے اس کو خواب میں دیکھا، میں نے اس سے پوچھا کیا گزری؟ اس نے کہا شبلی بہت سخت سخت پریشانیاں گزریں اور مجھ پر منکر نکیر کے سوال کے وقت گڑبڑ ہونے لگی، میں نے اپنے دل میں سوچا یا اللہ! یہ مصیبت کہاں سے آ رہی ہے کیا میں اسلام پر نہیں مرا! مجھے ایک آواز آئی کہ یہ دنیا میں تیری زبان کی بے احتیاطی کی سزا ہے۔ جب ان دونوں فرشتوں نے میرے عذاب کا ارادہ کیا تو فوراً ایک نہایت حسین شخص میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا اور اس میں سے نہایت ہی بہتر خوشبو آ رہی تھی۔ اس نے مجھے فرشتوں کے جواب بتا دیے میں نے فوراً کہہ دیے۔ میں نے ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا میں ایک آدمی ہوں جو تیرے کثرتِ درود سے پیدا کیا گیا ہوں۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر مصیبت میں تیری مدد کروں'' (فضائل درود : ۱۰۶)

تبلیغی بھائیو! اس قصہ کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ شبلی کے خواب کا قصہ ہے قرآن و حدیث کی بات نہیں ہے۔ شبلی نے یہ قصہ گھڑ کے اور آپ کے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے اسے فضائل درود میں نقل کر کے ارکان دین کی اہمیت کو ختم کرنے اور توحید و رسالت پر ایمان کو غیر ضروری اور صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی کو بے فائدہ مشقت باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ منکر نکیر کی پکڑ سے بچنے کا سب سے آسان اور سستا طریقہ یہ ہے کہ انسان کثرت سے درود پڑھا کرے۔ بس یہی کافی ہے۔ شاید یہ انہی حضرات کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ اکثر لوگ پانچ وقت کی فرض صلوٰۃ نہیں پڑھتے لیکن درود کثرت سے پڑھتے ہیں۔

شبلی کا خواب ہمارے روزمرہ مشاہدات پر بھی پورا نہیں اترتا۔ ہم سب کا مشاہدہ ہے کہ جو چہرے حالت منام میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں اور جن لوگوں سے خواب میں ہماری ملاقات ہوتی ہے ان سے بالکل مختصر بات ہوتی ہے اور پھر فوراً ہی منظر بدل جاتا ہے۔ شبلی اور ان کے مرے ہوئے پڑوسی

کی طرح اتنی طویل ملاقات اور لمبی گفتگو بالکل نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی ہم سب کے مشاہدے کی بات ہے کہ خواب میں ہونے والی باتیں آنکھ کھلنے کے بعد ٹھیک طور پر یاد بھی نہیں رہتیں کہ شبلی کی طرح حرف بحرف دوسروں سے بیان کی جا سکیں۔ لہٰذا یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے شبلی کے خواب کا جو قصہ درود کی فضیلت کے ثبوت میں نقل کیا ہے سراسر جھوٹ ہے۔ ایک اور دلیل اس قصہ کے جھوٹا ہونے کی یہ ہے اس میں منکر نکیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ منکر نکیر کا نام ترمذی کی ایک ضعیف روایت میں آیا ہے۔ اس روایت کے متعلق امام ترمذی نے خود کہا ہے کہ یہ غریب ہے۔ ثبوت کے لیے دیکھیے......

(جامع ترمذی ابواب الجنائز؛ باب ما جاء فی عذاب القبر)

ابن آدم کو درود کی برکت سے ملاء اعلیٰ کی امامت کا اعزاز حاصل ہو گیا

یہ پانچویں فصل کی انتیسویں (۲۹) حکایت ہے۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' نے بدیع (یعنی قبیح) کے حوالے سے نقل فرمائی۔ لکھتے ہیں ''جعفر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے (مشہور محدث) حضرت ابوزرعہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان پر ہیں اور فرشتوں کی امامت نماز میں کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ عالی مرتبہ کس چیز سے ملا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ اور جب حضور اقدس ﷺ کا نام مبارک لکھتا تو حضور اقدس ﷺ کے نام نامی پر صلوٰۃ وسلام (ﷺ) لکھتا اور حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود (رحمت) بھیجتا ہے''۔ (فضائل درود : ۱۰۸)

بلاشبہ صلوٰۃ وسلام کی فضیلت تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور رسول ﷺ سے محبت کا لازمی تقاضہ ہے لیکن یہ حکایت نقل فرما کر ''شیخ الحدیث صاحب'' نے فی الحقیقت دوسروں کو ملاءِ اعلیٰ کی امامت کا بلند مرتبہ حاصل کرنے کا آسان نسخہ بتایا ہے۔ اغلب گمان یہی ہے کہ انہوں نے اس نسخے پر خود بھی ضرور عمل کیا ہوگا۔ اگر دانستہ طور پر عمل نہیں کیا جب بھی ان کی تصنیفات میں درج صلوٰۃ وسلام مطلوبہ مقدار سے کم نہیں ہوگا اور اگر اس میں وہ صلوٰۃ وسلام بھی ملا لیا جائے جو انہوں نے اپنی طویل عمر

میں اپنی زبان سے پڑھا ہے تو حاصل جمع یقیناً دس لاکھ سے کہیں زیادہ ہوگا۔ اب اتنا زیادہ ثواب لوٹنے کے باوجود اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ابوزرعہ نے ان کے لیے جگہ خالی کی ہے یا ابھی تک خود ہی فرشتوں کی امامت کیے جارہے ہیں۔ کبھی کبھی لوگ جھوٹ کی یلغار سے گھبرا کر احتجاجاً بول اٹھتے ہیں کہ ''بھئی جھوٹ کے بھی کوئی حد ہوتی ہے'' ہمارے خیال میں یہ بات کسی کتاب میں لکھی ہوئی نہیں ہے۔ اگر ایسی ویسی کوئی کتاب دنیا میں موجود ہوتی تو ''شیخ الحدیث صاحب'' کے علم میں ضرور ہوتی۔ کیونکہ موصوف کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔

ایک دفعہ درود پڑھنے سے ستر ہزار مردوں کو بخش دیا گیا

''شیخ الحدیث صاحب'' نے درج ذیل حکایت ''مردے کو خواب میں دیکھنے کا عمل'' کے عنوان سے بیان کی ہے۔ لیکن مضمون کی مناسبت سے ہم اس کو مذکورہ عنوان کے تحت نقل کر رہے ہیں۔ اس عنوان پر قیاس کر کے شاید آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ مُردوں نے خود ہی درود شریف پڑھا ہوگا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ معاملے کی حقیقت جاننے کے لیے یہ حکایت آپ کو غور سے پڑھنا ہوگی۔ حکایت ذرا لمبی ہے اس لیے ہم آپ سے پیشگی معذرت طلب کرتے ہیں۔ ''شیخ الحدیث صاحب'' لکھتے ہیں

''ایک عورت حسن بصری کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری لڑکی کا انتقال ہوگیا میری تمنا ہے کہ میں اس کو خواب میں دیکھوں۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر چار رکعت نفل نماز پڑھ اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد ''اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ'' پڑھ اور اس کے بعد لیٹ جا اور سونے تک نبی ﷺ پر درود پڑھتی رہ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے لڑکی کو خواب میں دیکھا کہ نہایت ہی سخت عذاب میں ہے، تارکول کا لباس اس پر ہے، دونوں ہاتھ اس کے جکڑے ہوئے ہیں اور اس کے پاؤں آگ کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں۔ وہ صبح کو اٹھ کر پھر حضرت حسن بصری کے پاس گئی۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اس کی طرف سے صدقہ کر شاید اللہ جل شانہٗ اس کی وجہ سے تیری لڑکی کو معاف فرمادے۔ اگلے دن حضرت حسن نے خواب میں دیکھا کہ جنت کا ایک باغ ہے اور اس میں ایک بہت اونچا تخت ہے اور اس پر ایک نہایت حسین وجمیل خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے سر پر نور کا

تاج ہے۔ وہ کہنے لگی حسن تم نے مجھے بھی پہچانا؟ میں نے کہا نہیں میں نے تو نہیں پہچانا۔ کہنے لگی میں وہی لڑکی ہوں جس کی ماں کو تم نے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا (عشا کے بعد سونے تک) حضرت حسن نے فرمایا کہ تیری ماں نے تو تیرا حال اس کے برعکس بتایا تھا جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا میری حالت وہی تھی جو ماں نے بیان کی تھی۔ میں نے پوچھا پھر یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوگیا؟ اس نے کہا کہ ہم ستر ہزار (۷۰۰۰۰) آدمی اسی عذاب میں مبتلا تھے جو میری ماں نے آپ سے بیان کیا۔ صلحاء میں سے ایک بزرگ کا گزر ہمارے قبرستان پر ہوا۔ انہوں نے ایک دفعہ درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب ہم سب کو پہنچادیا۔ ان کا درود اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسا قبول ہوا کہ اس کی برکت سے ہم سب اس عذاب سے آزاد کر دیے گئے اور ان بزرگ کی برکت سے یہ رُتبہ نصیب ہوا (بدیع)''۔

(فضائل درود پانچویں فصل کی چھتیسویں حکایت: ۱۱۲،۱۱۳)۔

لیجیے ''شیخ الحدیث صاحب'' نے یہ جھوٹا قصہ نقل کر کے مُردہ لڑکی کو بھی عالم الغیب ثابت کر دیا۔

علامہ سخاوی کی فضیلت کی کہانی خود انھی کی زبانی

یہ پانچوی فصل کی چالیسویں حکایت ہے۔ لکھا ہے'' علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ احمد بن ارسلانؒ کے شاگردوں میں سے ایک معتمد نے کہا کہ ان کو نبی ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں یہ کتاب ''قول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' جو حضور اقدس ﷺ پر درود ہی کے بیان میں علامہ سخاویؒ کی مشہور تالیف ہے اور اس رسالہ کے اکثر مضامین اسی سے لیے گئے ہیں۔ حضور ﷺ کی خدمت میں یہ کتاب پیش کی گئی۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کو قبول فرمایا۔ بہت طویل خواب ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے انتہائی مسرت ہوئی۔ اور میں اللہ اور اس کے پاک رسول ﷺ کی طرف سے اس کی قبولیت کی امید رکھتا ہوں اور دارین میں ان شاء اللہ زیادہ سے زیادہ ثواب کا امیدوار ہوں۔ پس تو بھی اے مخاطب اپنے پاک نبی ﷺ کا ذکر خوبیوں کے ساتھ کرتے رہا کر اور دل وزبان سے حضور اقدس ﷺ پر کثرت سے درود بھیجتے رہا کر۔ اس لیے کہ تیرا درود حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر میں

پہنچایا جاتا ہے۔اور تیرا نام حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔(بدیع)"
(فضائل درود : ۱۱۵،۱۱۶)

ہمارا ارادہ تو یہی تھا کہ اب چند اقتباسات بلا تبصرہ پیش کریں گے۔لیکن سلسلہ بیان میں اب ایک ایسی کہانی آ گئی ہے کہ ہم اس پر مہر بلب نہیں رہ سکتے۔یہ خواب کی کہانی جس میں علامہ سخاوی نے اپنی زبانی اپنی فضیلت اور اپنی کتاب کی اہمیت وافادیت اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، نرا جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔علامہ سخاوی نے نبی ﷺ پر اتنا بڑا جھوٹ باندھا ہے جو ارض وسما کی حدود میں سما نہیں سکتا بھلا آپ ﷺ ایسی مخرب ایمان کتاب کو کیونکر قبول فرما سکتے ہیں۔جس کی ایک ایک حکایت کتاب وسنت کی جملہ تعلیمات کا انکار و تضحیک ہے اور اس کی ایک ایک سطر شرک کا پرچار کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔بے شمار لوگوں نے خوابوں کے ذریعے اپنی بزرگی جتانے کے لیے اس قسم کے دعوے کیئے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔قرون اولیٰ میں یعنی جب اسلام کا دور انحطاط شروع نہیں ہوا تھا تو اس قماش کے لوگوں کا مسلم دنیا میں قطعاً کوئی مقام نہیں تھا۔لیکن ایمان میں بگاڑ کے بعد قدریں بدل گئیں۔اور اب حال یہ ہے کہ جس کی زبان وقلم سے جتنا زیادہ جھوٹ سرزد ہوا وہ لوگوں کی نگاہ میں اتنا ہی بڑا بزرگ ٹھہرا! جہاں تک "شیخ الحدیث صاحب" کی بات ہے تو ہم ان کی رواداری اور فراخدلی کی بنیاد پر یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر بالفرض مرزا غلام احمد قادیانی بھی یہ دعویٰ کرتا کہ "مجھے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت ہوئی، میں نے اپنی کتاب "کشتی نوح" آپ کی خدمت میں پیش کی، آپ نے اس کو قبول فرمایا" وغیرہ وغیرہ۔تو مرزا کے اس دعوے کو بھی شاید فضائل درود میں کہیں نہ کہیں جگہ مل جاتی۔جس شخص کے دین وایمان کی بنیاد خوابوں پر ہی ہو اس سے اس قسم کی توقع رکھنا بے جا نہیں ہے۔

رہی علامہ سخاوی کی یہ بات کہ "تیرا درود حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر میں پہنچایا جاتا ہے اور تیرا نام حضور اقدس کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے" تو اس کتاب یعنی فضائل درود پر تبصرہ کے آغاز میں ہم نے قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت کر دی ہے۔اب اس کی تکرار کی ہم کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔البتہ علامہ سخاوی کے اس دعوے کے حوالے سے ہم یہ الفاظ کہنے کی ضرور جسارت کریں

گے کہ علامہ صاحب کی تحریروں نے قرآن وحدیث کی تضحیک وتحقیر میں کوئی کمی نہیں چھوڑی! ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں سخاوی کے حوالے سے ایک اور قصہ نقل کر رہے ہیں۔

ایک پاگل کی یہ رفعت شان کہ نبی ﷺ اس کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے

فضائل درود کی پانچویں فصل کی بیالیسویں حکایت ملاحظہ فرمایئے "شیخ الحدیث صاحب" رقمطراز ہیں "علامہ سخاوی، ابوبکر بن محمد سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ اتنے میں شیخ المشائخ حضرت شبلیؒ آئے ان کو دیکھ کر ابوبکر بن مجاہد کھڑے ہو گئے، ان سے معانقہ کیا، ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور سارے علماء بغداد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ پاگل ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہی کیا جو حضور اقدس ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔پھر انہوں نے اپنا خواب بتایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں شبلی حاضر ہوئے۔حضور اقدس ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میرے استفسار پر حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ...... آخر تک پڑھتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے"۔(فضائل درود : ۱۱۶)

ایک پاگل کو بزرگ ثابت کرنے کیلئے کیسا جھوٹا قصہ تخلیق کیا گیا ہے!

اللہ کی قدرت اور تصرف میں نبی ﷺ کو شریک ثابت کرنے والی ایک جھوٹی حکایت

"شیخ الحدیث صاحب" نے یہ حکایت غزالی کی مشہور کتاب احیاء العلوم کے حوالے سے نقل فرمائی ہے۔پڑھیئے اور فضائل درود اور احیاء العلوم کے مولفین کو داد دیجیئے۔لکھتے ہیں "امام غزالی نے احیاء العلوم میں عبدالواحد بن زید بصری سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا کہ ایک شخص میرا رفیق سفر ہو گیا۔وہ ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجا کرتا تھا۔میں نے اس سے کثرت دورد کا سبب پوچھا۔اس نے کہا کہ جب میں سب سے پہلے حج کے لیے حاضر ہوا تو میرے

ماں باپ بھی ساتھ تھے، جب ہم لوٹنے لگے تو ایک منزل پر سو گئے، میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی شخص کہہ رہا تھا کہ اُٹھ تیرا باپ مر گیا اور اس کا منہ کالا ہو گیا۔ میں گھبرایا ہوا اٹھا تو اپنے باپ کے منہ پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا منہ کالا ہو رہا تھا۔ مجھ پر اس واقعہ سے اتنا غم سوار ہوا کہ میں اس کی وجہ سے بہت ہی مرعوب ہو رہا تھا اتنے میں میری آنکھ لگ گئی میں نے دوبارہ خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی کالے چہرے والے جن کے ہاتھ میں لوہے کے بڑے بڑے ڈنڈے تھے، مسلط ہیں۔ اتنے میں ایک بزرگ نہایت حسین چہرے والے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دستِ مبارک کو میرے باپ کے منہ پر پھیرا اور مجھے سے ارشاد فرمایا کہ اٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے چہرے کو سفید کر دیا ہے۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ قربان آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرا نام محمد ہے (ﷺ) اس کے بعد سے میں نے حضور اقدس ﷺ پر درود کبھی نہیں چھوڑا"۔ (فضائل درود : ۱۱۷، ۱۱۸)

ذرا سوچیے! کہ جس شخص کا باپ مر جائے اور میت کا یہ حال ہو جائے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کو ٹھکانے لگائے بغیر اس کے بیٹے کی آنکھ کیسے لگ سکتی ہے اور وہ چین کی نیند کیسے سو سکتا ہے دراصل دروغ گو بے سروپا ہوتا ہے۔ یہ حکایت وضع کرنے والے نے وضع کرتے وقت یہی سوچا ہوگا اور اسے فضائل درود میں نقل کرتے وقت "شیخ الحدیث صاحب" بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں گے کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا کیونکہ اس میں نبی ﷺ کا نام آتا ہے۔

اس مضمون کی ایک اور حکایت

"شیخ الحدیث صاحب" رقمطراز ہیں کہ "نزہۃ المجالس میں ایک اور قصہ اسی نوع کا ابو حامد قزوینی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص اور اس کا بیٹا دونوں سفر کر رہے تھے، راستہ میں باپ کا انتقال ہو گیا اور اس کا سر (منہ وغیرہ) سور جیسا ہو گیا۔ وہ بیٹا بہت رویا اور اللہ کی بارگاہ میں دعا اور عاجزی کی۔ اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کوئی شخص کہہ رہا تھا تیرا باپ سود کھایا کرتا تھا اس لیے یہ صورت بدل گئی۔ لیکن حضور اقدس ﷺ نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے اس لیے کہ

جب یہ آپ ﷺ کا مبارک ذکر سنتا تھا تو درود بھیجتا تھا۔ آپ ﷺ کی سفارش پر اس کو اس کی اپنی اصلی صورت پر لوٹا دیا گیا"۔ (فضائل درود : ۱۱۸)

دیکھ رہے ہیں آپ؟ یہاں پھر مغالطہ آرائی کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ مہربان باپ زندگی کی بازی ہار گیا اور اس کی شکل سور جیسی ہو گئی لیکن اتنا بڑا سانحہ رونما ہونے کے باوجود باپ کی میت کے بالکل قریب بیٹے کی آنکھ لگ گئی۔ نہ جانے یہ لوگ کہاں بیٹھ کر اتنا عریاں جھوٹ افترا کرتے رہے ہیں، اور نہ جانے "شیخ الحدیث صاحب" نے اس جھوٹ کو آئندہ نسلوں کو منتقل فرما کر کتنا ثواب کمایا ہوگا!

ایک الزام کہ نبی ﷺ نے مُردہ عورت کے منہ اوز پیٹ پر ھاتھ پھیرا

یہ بڑی حیا سوز اور گستاخانہ قسم کی حکایت ہے اور ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ ان صفحات میں اس کو نقل کیا جائے۔ لیکن اس لئے نقل کی جا رہی ہے تا کہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ "شیخ الحدیث صاحب" نے تبلیغ کے نام پر کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ "حافظ ابو نعیم" حضرت سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ باہر جا رہا تھا، میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جب وہ قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے تو یوں کہتا ہے" اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد " میں نے کہا کسی علمی دلیل سے تیرا یہ عمل ہے (یا محض اپنی رائے سے)؟ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا سفیان ثوری۔ اس نے کہا عراق والے سفیان؟ میں کہا ہاں۔ کہنے لگا کیا تجھے اللہ کی معرفت حاصل ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کس طرح معرفت حاصل ہے؟ میں نے کہا رات سے دن نکالتا ہے اور دن سے رات نکالتا ہے، ماں کے پیٹ میں بچے کی صورت پیدا کرتا ہے۔ اس نے کہا کچھ نہیں پہچانا۔ میں نے کہا پھر تو کس طرح پہچانتا ہے؟ اس نے کہا کسی کام کا پختہ ارادہ کرتا ہوں اس کو فسخ کرنا پڑتا ہے، اور کسی کام کے کرنے کی ٹھان لیتا ہوں مگر نہیں کر سکتا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ کوئی دوسری ہستی ہے جو میرے کاموں کو انجام دیتی ہے۔ میں نے پوچھا یہ تیرا درود کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا، میری ماں وہیں رہ گئی (یعنی مر گئی) اس کا منہ کالا ہو گیا، اس کا پیٹ پھول گیا۔ جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے اس سے۔ میں نے اللہ جل شانہٗ کی طرف دعا

کیلئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا اسنے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہوگیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کیا آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو دور کیا؟ انہوں نے فرمایا میں تیرا نبی (ﷺ) ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو اللھم صل علی محمد پڑھا کر"۔ (فضائل درود : ۱۲۰،۱۲۱)

گویا کہ یہ خواب کا قصہ نہیں بلکہ دیکھنے والے (رجل مجہول) نے جاگتی آنکھوں سے ایک آدمی کو بادل سے اترتے ہوئے اور اپنی ماں کے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دیکھا، لیکن اس حرکت سے اس آدمی کو اس لئے منع نہیں کیا کہ اس کو پہلے سے یہ علم تھا کہ بادل سے نمودار ہونے والا یہ آدمی نبی ﷺ ہی ہوں گے۔ بڑی طلسماتی کہانی ہے یہ! ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ اس کہانی کے موجد نے "سیف الملوک جیل" کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ جہاں تک نبی ﷺ کے دوبارہ دنیا میں آنے کا سوال ہے تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد اُمت مسلمہ میں کیسے کیسے فتنے رونما ہوئے، اصحابِ رسول ﷺ پر کیسی کیسی آزمائشیں آئیں، جمل اور صفین کی لڑائیوں میں کتنی جانیں ضائع ہوئیں لیکن کسی موقعہ پر آپ ﷺ کو بادل سے نزول فرما کر زمین پر قدم رکھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ لیکن ایک اجنبی عورت کا مرنا اور اس کے منہ کا کالا ہونا اور پیٹ کا پھولنا (جیسا کہ کہانی میں بیان کیا گیا ہے) کائنات کا کتنا بڑا سانحہ تھا کہ اس کے رونما ہونے پر آپ ﷺ کو برزخ کی آڑ عبور کر کے عالم محسوس میں آنا پڑا! اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کے تشریف لائے بغیر یہ کہانی مکمل نہیں ہوسکتی تھی۔

اس کے برعکس ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم آپ ﷺ کا ہاتھ بیعت لیتے وقت کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا۔ آپ ﷺ عورتوں سے بیعت کے وقت صرف زبان سے فرما دیتے کہ میں نے تم سے اس اقرار پر بیعت لے لی۔

(بحوالہ صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الممتحنہ)۔

لیکن یہ کہانی بتا رہی ہے کہ اس موقعہ پر نبی ﷺ نے اپنی سابقہ زندگی اور شریعت کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اس اجنبی عورت کے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ کسی بے حیا نے اپنے

مشرکانہ ذوق کی تسکین کے لیے نبی ﷺ کی ذات پر کتنا سنگین الزام عائد کیا ہے اور پھر اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے سفیان ثوری اور ابو نعیم (فضل بن دکین) جیسے ثقہ راویوں سے اس کہانی کو منسوب کر کے خود بری الذمہ ہوگیا ہے۔ صحاح ستہ میں ان دونوں روایوں کے حوالے سے کئی احادیث منقول ہوئی ہیں لیکن اس حکایت کا کہیں نام ونشان تک موجود نہیں ہے۔ یہی دلیل اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس حکایت کے ذریعہ صرف یہی نہیں کہ نبی ﷺ کے بارے میں گستاخی کی گئی ہے بلکہ سفیان ثوری اور ابو نعیم کو بھی مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ گویا کہ یہ حکایت وضع کرنے والے نے دوہرے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور چونکہ "شیخ الحدیث صاحب" نے اسے سچ مان کر فضائل درود میں نقل کیا ہے اس لیے وہ اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔

یہ بات غور طلب ہے کہ کیا ان واقعات سے ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ کے نبی ﷺ مشکل کشا، حاجت روا، متصرف فی الامور اور عالم الغیب ہیں، اور کیا "شیخ الحدیث صاحب" نے ان واقعات کو بیان کر کے دیوبند کے عقائد کی عمارت کو زمین بوس نہیں کر دیا!

نبی ﷺ کی روحِ مقدس کا آسمان سے اُترنا اور شاہ ولی اللہ کے لیے روٹی کی سوغات لانا

"شیخ الحدیث صاحب" تحریر فرماتے ہیں "ہمارے حضرت اقدس شیخ المشائخ مسند ہند، امیر المومنین فی الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے رسالہ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، جس میں انہوں چالیس خواب یا مکاشفات اپنے یا اپنے والد ماجد کی زیارت کے سلسلہ میں تحریر فرمائے ہیں، اس میں نمبر ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھے بہت ہی بھوک لگی (نہ معلوم کتنے دن کا فاقہ ہوگا) میں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی تو میں نے دیکھا نبی ﷺ کی روح مقدس آسمان سے اتری، اور حضور کے ساتھ ایک روٹی تھی۔ گویا اللہ جل شانہٗ نے حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا تھا کہ روٹی مجھے مرحمت فرمائیں"۔ (فضائل درود : ۱۲۴،۱۲۵)

یہ بھی خواب کی روداد نہیں بلکہ ہندوستان کے شہر دہلی کے ایک بندے نے دن کی روشنی میں

اپنے سر کی آنکھوں سے ایک مقدس روح کو آسمان سے روٹی کی سوغات لے کر اترتے ہوئے دیکھا اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ روح نبی ﷺ ہی کی روح ہے سبحانك هذا بهتان عظيم ۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب اس بندے نے بھوک سے بے قرار ہو کر مالکِ عرش سے روٹی کا سوال کیا تھا تو جس طرح معمول کے مطابق ہر بنی آدم کو اور فرش خاک پر آباد تمام مخلوقات کو شب و روز رزق دیا جاتا ہے اسی طرح اس سوالی کو بھی دے دیا جاتا اور عالم اسباب کے عام ذرائع سے اس کی بھوک کا مداوا کر دیا جاتا، بھلا کرشمہ کاری کی کیا ضرورت تھی اور اس کرشمہ کاری کے لیے جنت میں مقیم نبی ﷺ کی روح مبارک کو زحمت دینے اور اس بندے کی خدمت پر مامور کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات اس نوازش اور توجہ کی سب سے زیادہ مستحق تھیں لیکن ان میں سے کسی ایک کے لئے بھی "روح مقدس" آسمان سے روٹی سالن لے کر نہیں اتری، لیکن اس بندے کیلئے جنت کی نعمتوں کو خیرآباد کہہ کر "روح مقدس" اس لیے زمین پر اُتر پڑی کہ اس کے اُترے بغیر یہ حکایت مکمل نہیں ہو سکتی تھی، کیا خوب! دراصل روحوں کے آنے جانے کا نظریہ قدیم فلاسفروں اور ہندوؤں کا نظریہ ہے۔ ہندومت اور ان فلاسفروں میں اس نظریے کیلئے آواگون اور تناسخ کی اصطلاحیں رائج ہیں۔ اسلام اس نظریے کو رد کرتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں رب کریم و رحیم و علیم نے دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ ﴿الزمر : ۴۲﴾

پس وہ جس کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے اس کی روح کو (اپنے ہاں) روک لیتا ہے۔

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿المومنون : ۱۰۰﴾

اور ان (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) ہے اس دن تک کیلئے جب وہ (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔

روح کے متعلق قرآن نے جو نظریہ پیش کیا ہے شاہ صاحب اس سے بے خبر نہیں تھے لیکن ہندوستانی ہونے کے ناطے ان کے دل و دماغ پر ہندی تہذیب کا اثر اتنا گہرا تھا کہ قرآن کے نصوص بھی اس اثر کو زائل کرنے میں ناکام رہے، یہی وجہ ہے کہ روح کی کرشمہ کاریوں کی متعدد کہانیاں ان کی

کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کہانیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی روح مبارک شاہ صاحب پر صرف ایک بار نہیں بلکہ ان کی حیاتِ مستعار میں بار بار نازل ہوتی رہی ہے اور ان کی تربیت کرتی رہی ہے۔ اس کھیل کو شاہ صاحب نے مکاشفہ کا نام دیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اپنی کتابوں میں ذاتی تجربے کی بنیاد پر کچھ ایسے گر بھی بتلائے ہیں کہ ایک عامل ان کی مدد سے جب چاہے مطلوبہ روح کو عالم برزخ سے اپنے روبرو بلا سکتا ہے اور اس روح سے برزخ کے حالات دریافت کر سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں دین کے تعلق سے شاہ صاحب کی سب سے اہم اور بڑی خدمت وہ چالیس عدد احادیث ہیں جو انہوں نے مذکورہ کتاب (الدر الثمین) میں نقل فرمائی ہیں۔ ان احادیث میں کچھ تو ان کے والد ماجد نے خواب میں نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنی ہیں اور کچھ انہوں نے براہ راست نبی ﷺ کی روح مبارک سے نقل فرمائی ہیں۔ اس طرح سرمایہ حدیث کی کمی انہوں نے پوری کر دی ہے۔ غالباً اسی سبب سے برصغیر میں اُمتِ مسلمہ کے نام سے پائے جانے والے چھوٹے بڑے تمام فرقوں (بریلویوں، دیوبندیوں، اہلحدیثوں) میں شاہ صاحب یکساں طور پر مقبول ہیں اور صرف "شیخ الحدیث صاحب" ہی نہیں بلکہ تمام فرقے انہیں امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ برصغیر میں دین انہوں نے اور ان کے والد صاحب نے ہی پھیلایا ہے۔

شاہ صاحب کی خدمات کا ذکر تو ضمناً بیچ میں آ گیا ورنہ ہمارا اصل مقصد ان سطور میں "شیخ الحدیث صاحب" کی خدمات سے دنیا والوں کو آگاہ کرنا ہے۔ "شیخ الحدیث صاحب" کی دو کتابوں (فضائل حج اور فضائل درود) کے جو اقتباسات آپ کی نظر سے گزرے ہیں ان کے حوالے سے آپ نے دیکھا کہ موصوف نے کسی جگہ کتاب اللہ کے خلاف یہ ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر کے اندر زندہ ہیں اور صرف درود و سلام ہی نہیں سنتے بلکہ زائرین کی التجائیں اور دعائیں بھی سنتے ہیں۔ اور اگر کوئی عاشق صادق اصرار کرے تو قبر سے اپنا دستِ مبارک باہر نکال کر دکھا بھی دیتے ہیں اور پھر وہ عاشق صادق آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دینے کی سعادت بھی حاصل کر لیتا ہے۔ کہیں ثابت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ تہامہ (حجاز) کی طرف سے اُڑ کر آنے والے بادل میں سوار ہو کر آتے ہیں اور ایک اجنبی

مُردہ عورت کے منہ اور پیٹ پر (نعوذ باللہ) ہاتھ پھیر کر اس کی اور اس کے بیٹے کی مصیبت کا ازالہ فرماتے ہیں اور اس اقتباس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مقدس آسمان سے اترتی ہے اور آپ ﷺ شاہ ولی اللہ صاحب کے لیے روٹی کی سوغات ہمراہ لا کر ان کی بھوک کا مداوا فرماتے ہیں۔ اب آپ اپنے ہی ضمیر سے پوچھیں کہ اس قسم کی متضاد حکایات و روایات کی بھرمار سے "شیخ الحدیث صاحب" نے کس دین کی خدمت کی ہے۔ تبلیغی بھائیوں کو جب کتاب اللہ کے حوالے سے سمجھایا جاتا ہے کہ نبی ﷺ قبر میں نہیں بلکہ جنت میں زندہ ہیں تو ان میں سے بعض کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل صحیح ہے اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ لیکن اس لمحے جب کتابوں کے حوالے سے ان کے سامنے یہ بات رکھی جاتی ہے کہ آپ کے "شیخ الحدیث صاحب" نے اپنے نوک قلم سے نبی ﷺ کو دوسرا ربّ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ﴿البقرة : ٢٥٦﴾

پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

نبی ﷺ کو عالم الغیب ثابت کرنے والا ایک بے بنیاد قصہ

"شیخ الحدیث صاحب" رقمطراز ہیں کہ "قصہ یہ سنا تھا کہ ملا جامی نور اللہ مرقدہ یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے، جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی، حضور اقدس ﷺ نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو مدینہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ چھپ کر مدینے کی طرف چل دیئے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ آ رہا ہے، اس کو یہاں نہ آنے

دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میرے قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا، جس میں فتنہ ہوگا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت عزت واحترام کیا گیا"۔

یہ قصہ نقل کرنے کے بعد "شیخ الحدیث صاحب" لکھتے ہیں کہ "اس قصہ کے سننے میں یا یاد رکھنے میں تو اس ناکارہ کو تردد نہیں، لیکن اس وقت اپنے ضعف بینائی اور امراض کی وجہ سے مراجعت کتب سے معذوری ہے۔ ناظرین میں سے کسی کو کسی کتاب میں اس کا حوالہ اس ناکارہ کی زندگی میں ملے تو اس ناکارہ کو بھی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں اور مرنے کے بعد اگر ملے تو حاشیہ میں اضافہ فرمادیں" اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ "ایک ملاقات میں سلسلہ گفتگو کے دوران میں نے محترم مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب سے اس قصہ کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ آج میں زندگی میں دوسری بار آپ سے یہ قصہ سن رہا ہوں۔ اس سے قبل میں نے علاقہ مقر افغانستان کے ایک بہت بڑے عالم ملا علی محمد اخندزادہ معروف بعلی جان صاحب سے یہی قصہ ذرا فرق سے سنا تھا، لیکن کسی کتاب کا حوالہ انہوں نے دیا تھا نہ کہیں میری نظر سے گزرا ہے"۔ (فضائل درود : ۱۳۰، ۱۳۱)

اب تو قبر میں "شیخ الحدیث صاحب" کی ہڈیاں بھی خاک ہو چکی ہوں گی، لیکن ابھی تک ان کے متبعین کو درج بالا قصے کا حوالہ نہیں ملا، اگر ملتا تو فضائل درود کے حاشیے میں لکھ دیا جاتا۔ دراصل امیر مکہ کے خوابوں پر مشتمل یہ جھوٹا قصہ جس میں ملا جامی کی فضیلت کا ذکر ہے اور جس کا حوالہ "شیخ الحدیث صاحب" کو اپنی حیات مستعار کے دوران کسی کتاب میں نہیں مل سکا۔ موصوف نے ضعف بصارت اور گوناگوں امراض کے باوجود محض اس خیال سے فضائل درود کی زینت بنا لیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت اور اس کے تصرف واختیار میں نبی ﷺ کے شریک اور ساجھی ہونے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ مصافحہ کیلئے ہاتھ نکلنے سے جو فتنہ ہوتا اس کے سدباب کے لیے نبی ﷺ

کو تین دفعہ امیر مکہ کے خواب میں آنا پڑا، لیکن احمد رفاعی سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلنے میں کوئی فتنہ نہ ہوا! مثل مشہور ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد

ایک انتہائی عبرت ناک واقعہ

واقعہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تبلیغی جماعت میں شامل میرا ایک انتہائی قریبی رشتہ دار صلوٰۃ الجمعہ کے لیے شہر کی ایک مسجد میں گیا، اس مسجد کا خطیب بھی اتفاق سے قصہ گو تھا۔ اس نے اپنی اردو کی تقریر میں ملا جامی کی فضیلت والا یہی جھوٹا قصہ چھیڑ دیا، قصہ سن کر ان صاحب کی غیرت ایمانی نے جوش مارا اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور غصے میں بھرے ہوئے گھر واپس آگئے۔ اہل خانہ نے جب ان کی پریشانی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے ماجرا کہہ سنایا۔ اس پر تمام اہل خانہ نے ان صاحب کو داد دی۔

ہم نے یہ قصہ حرف بحرف اس لیے نقل کیا ہے تاکہ ان صاحب کو اور ان کے اہل خانہ کو جو سبھی تبلیغی ہیں معلوم ہو جائے کہ ملا جامی کی فضیلت والا یہ جھوٹا قصہ خود ان کے اپنے شیخ الحدیث صاحب کی کتاب فضائل درود میں لکھا ہوا موجود ہے۔ شاید اس انکشاف کے بعد ان سب کی غیرت ایمانی جاگ اٹھے اور وہ دین حق کی طرف رجوع کر لیں۔

مثنوی ملا جامی

سطور بالا میں منقول قصہ میں جامی کے جن اشعار کے بارے میں کہا گیا ہے کہ موصوف یہ اشعار قبر نبوی پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ دراصل ملا جامی کی مثنوی ہے، یہ مثنوی فارسی زبان میں ہے۔ ”شیخ الحدیث صاحب“ نے اردو دان طبقے کے فائدے کے پیش نظر مدرسہ مظاہر العلوم (سہارنپور) کے ناظم مولوی اسعد اللہ صاحب سے اس مثنوی کا اردو میں ترجمہ کروا کے فضائل درود میں لکھ دیا ہے۔ اور ترجمہ سے پہلے مثنوی کے بتیس (۳۲) اشعار بھی نقل کیے ہیں تاکہ فارسی جاننے والے انہیں پڑھ کر اپنا ایمان برباد کرتے رہیں ملا جامی کتنے بزرگ تھے اور اس مثنوی میں انہوں نے کیا کہا ہے۔ یہ جاننے کے لیے پوری مثنوی پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا پہلا شعر (مطلع) ہی اپنے اندر یہ

ساری تفصیل سمیٹے ہوئے ہے، ملاحظہ فرمائیے، لکھا ہے کہ:

ع ز مہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم (فضائل درود: ۱۳۲)

مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ:

آپ کے فراق میں دنیا مری جا رہی ہے اے اللہ کے نبی رحم کیجئے، اے اللہ کے نبی رحم کیجئے

شعر کا پہلا مصرع غیر حقیقی اور بے مقصد ہے۔ اور دوسرے مصرع میں غیر اللہ کی پکار ہے۔ کیونکہ اس مصرع میں ملا جامی نے اللہ کے بجائے اللہ کے نبی ﷺ سے رحم کی اپیل کی ہے۔ جبکہ اللہ کی کتاب غیر اللہ کی پکار کو کفر و شرک سے تعبیر کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿المومنون : ۱۱۷﴾

اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو پکارتا ہے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے، تو اس کا حساب اس کے رب کے ہاں ہی ہوگا۔ بات یہ ہے کہ کافر ہرگز فلاح یاب نہیں ہوں گے۔

سورۃ یونس میں غیر اللہ کی پکار کو ظلم کہا گیا ہے اور سورۃ جن میں شرک کہا گیا ہے۔

قرآن کی تعلیم یہ ہے اور ملا جامی کی مثنوی کی ابتدا ہی غیر اللہ کی پکار سے ہو رہی ہے۔ قرآن کے اس ارشاد کی بنیاد پر ہم برملا کہتے ہیں کہ امیر مکہ کے خوابوں کا قصہ سفید جھوٹ ہے، اگر یہ سچ ہوتا اور نبی ﷺ امیر مکہ کے خوابوں میں آئے ہوتے تو ملا جامی کے اشعار (مثنوی) کے بارے میں تعریفی کلمات کہنے کے بجائے امیر مکہ کو یہ حکم دیتے کہ اس دیوانے شاعر کے کوڑے لگاؤ اور اس کی زبان کاٹ ڈالو تاکہ آئندہ کبھی اس قسم کے کفریہ اشعار کہنے کی اسے جرأت نہ ہو!

قصیدہ بھاریہ

یہ قصیدہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب (بانی دار العلوم دیوبند) کے ذہن کی تخلیق ہے۔ فضائل درود کے آخر میں اس کے چھیاسٹھ (۶۶) اشعار ”شیخ الحدیث صاحب“ نے نقل کیے ہیں۔ اس قصدہ کا صرف ایک شعر ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی ﷺ، مولوی قاسم صاحب کی

نظر میں کیا تھے۔ شعر یوں ہے:

ع طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی　　بجا ہے کہیے اگر تم کو مبدأ الآثار

معلوم ہوا کہ مولوی قاسم صاحب کی نظر میں نبی ﷺ مبدأ الآثار یعنی باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ اور اللہ کی سچی کتاب کی تعلیم یہ ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿الذریات : ۵۶﴾

اور جنوں اور انسانوں کو ہم نے صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری بندگی کریں۔

اس کے مقابلے میں قاسم نانوتوی کا بیان کردہ عقیدہ تو عیسائیت کا چربہ معلوم ہوتا ہے۔ تقابل کے لیے ذیل میں بائبل کی چند آیات نقل کی جارہی ہیں:

"ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا ○ یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا ○ سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی ○ اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھی ○ اور نور تاریکی میں چمکتا ہے اور تاریکی نے اسے قبول نہ کیا ○ ایک آدمی یوحنا نام آموجود ہوا جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا ○ یہ گواہی کے لیے آیا کہ نور کی گواہی دے تاکہ سب اس کے وسیلہ سے ایمان لائیں ○ وہ خود (یوحنا) تو نور نہ تھا مگر نور (عیسیٰ علیہ السلام) کی گواہی دینے کو آیا تھا ○ حقیقی نور جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے، دنیا میں آنے کو تھا ○ وہ دنیا میں تھا اور دنیا اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئی ...."

(یوحنا کی انجیل باب 1 آیات 1 تا 10 کتاب مقدس شائع کردہ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور)

بائبل کی اس عبارت سے واضح ہے کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو مبدأ الآثار اور باعثِ تخلیقِ کائنات تصور کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے نبی ﷺ کے مبدأ الآثار اور باعثِ تخلیقِ کائنات ہونے کا عقیدہ محرف شدہ انجیل کی انہی آیات سے لیا گیا ہے۔ جبکہ قرآن کی مذکورہ بالا صرف ایک آیت اس من گھڑت عقیدہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے کافی ہے۔

آیت کی تکرار: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

"اور نہیں پیدا کیا ہم نے جن وانس کو مگر اس لیے کہ ہماری بندگی کریں"۔ نیز

"زمین پر جو کچھ ہے وہ انسانوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے"۔ ﴿البقرہ : ۲۹﴾

پس ثابت ہوا کہ کائنات کی پیدائش نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے ہوئی اور نہ نبی ﷺ کے وسیلے سے، بلکہ تخلیقِ کائنات کی غرض و غایت اللہ کی بندگی کا حق ادا کرنا ہے۔ لیکن جس طرح بدقسمتی سے عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے ان کی محبت میں غلو کر کے انہیں اِلٰہ بنا ڈالا، اسی طرح نبی ﷺ کے ماننے والوں نے آپ ﷺ کی محبت میں غلو کر کے آپ ﷺ کو مقام الوہیت تک پہنچا دیا۔ حالانکہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو یہ طرزِ عمل اپنانے سے منع فرمایا تھا۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ منبر پر ارشاد فرما رہے تھے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مجھ کو اتنا نہ بڑھانا جیسے نصاریٰ نے مریم کے بیٹے کو بڑھایا۔ میں تو محض اللہ کا بندہ ہوں پس تم بھی یہی کہو اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء؛ باب واذکر فی الکتب مریم)

شیخ الحدیث صاحب کا "ذوقِ سلیم" عرش وکرسی کی توہین

اس سے پہلے آپ فضائل حج کے حوالے سے یہ لرزہ خیز الفاظ پڑھ چکے ہیں کہ "جو حصہ (زمین) حضور کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبے سے افضل ہے، عرش سے افضل ہے، کرسی سے افضل ہے"۔ ذیل میں فضائل درود کی عبارت کا ایک قطعہ نقل کیا جا رہا ہے جس سے تبلیغی بھائیوں پر مزید واضح ہو جائے گا کہ عرش وکرسی کی توہین ان کے "شیخ الحدیث صاحب" کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں کہ:

"بعض نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہ' آپ ﷺ کو قیامت کے دن عرش پر بٹھائے گا اور بعض نے کہا کہ کرسی پر بٹھائے گا"۔ (فضائل درود : ۵۱)

جھوٹے قصوں اور بے سند روایتوں کی بھرمار سے جب "شیخ الحدیث صاحب" اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کے برابر کر چکے تو اس کے بعد عرش وکرسی میں سے کسی ایک پر آپ ﷺ کو بٹھانا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا "شیخ الحدیث صاحب" نے یہ کارنامہ بھی سرانجام دے دیا۔

اس لیے معقول بات یہی ہے کہ آپ تبلیغی جماعت کے اربابِ بست وکشاد سے اس بات کی

پائیں گے اور قرآن کے انہی الفاظ کے مصداق ٹھہریں گے۔ یعنی کہ صرف زبان سے آمنا کہنے سے جان نہیں چھوٹے گی بلکہ ایمان کے تقاضے بھی پورے کرنے پڑیں گے۔ اور غلط کو غلط، جھوٹ کو جھوٹ اور باطل کو باطل کہنا پڑے گا اور اس کے مقابلے میں حق اور سچ کی حمایت کرنی پڑے گی۔ یہ ہمارا مطالبہ نہیں ہے بلکہ اس بادشاہ حقیقی اور شہنشاہ کون ومکاں کا حکم ہے جس کا کوئی ہمسر اور ثانی نہیں ہے۔ اور جسکی ذات وصفات اور جس کے حقوق واختیارات میں کائنات کی کوئی ہستی شریک نہیں ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿التوبہ : ۱۱۹﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ حق واضح ہونے پر اس کو مان لینے اور باطل واضح ہونے کے بعد اس سے کنارہ کش ہو جانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ضمیمہ

قارئین! تبلیغی جماعت کے شارح محمد زکریا کاندھلوی نے جس طرح اپنے زورِ قلم سے جھوٹے واقعات کو بنیاد بنا کر (جس میں اکثر و بیشتر واقعات کا تعلق خواب وخیال سے ہے) اسلامی عقائد کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے، اس کا مشاہدہ آپ پچھلے اوراق میں کر چکے ہیں۔ لیکن ہماری تالیف تشنہ تکمیل ہوگی اگر اس جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب کا ذکر نہ کیا جائے۔ یہ ضمیمہ اسی کمی کو پورا کرنے کی غرض سے کتاب کے آخر میں لایا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

بانی جماعت محمد الیاس صاحب کا مثل انبیاء ہونا

الیاس صاحب کے ایک عقیدت مند محمد منظور نعمانی نے الیاس صاحب کے ملفوظات کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔ لکھتے ہیں ”ایک بار فرمایا کہ خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی ترقی ہوتی ہے کہ ریاضت ومجاہدہ سے نہیں ہوتی، کیونکہ ان کو خواب میں علوم صحیحہ القا ہوتے ہیں، جو نبوت کا حصہ ہے، پھر ترقی کیوں نہ ہوتی (علم سے معرفت بڑھتی ہے اور معرفت سے

قرب بڑھتا ہے)۔ اسی لئے ارشاد ہے وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا پھر فرمایا! آج کل خواب میں مجھ پر علوم صحیحہ کا القا ہوتا ہے اس لئے کوشش کرو کہ مجھے نیند زیادہ آئے (خشکی کی وجہ سے نیند کم ہونے لگی تھی تو میں نے حکیم صاحب اور ڈاکٹر کے مشورے سے سر میں تیل کی مالش کروائی، جس سے نیند میں ترقی ہوئی)۔

آپ نے فرمایا کہ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا۔ اللہ کا ارشاد ”كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ“ کی تفسیر خواب میں یہ القا ہوئی کہ تم مثل انبیا علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو“۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ؛ صفحہ ۵۰، مرتبہ محمد منظور نعمانی، مدیر الفرقان لکھنؤ)

جنّتیوں کا بُنیادی عقیدہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں جو خالق و مالک کہلائے جانے کا مُستحق ہو۔ عالم الغیب، حاضر و ناظر مُختارِ کُل سمجھا جائے۔ نفع و نقصان جسکی مُٹھی میں ہو۔ حاجت روائی، مشکل کشائی، فریاد رسی جس کی صفت ہو۔ اُٹھتے بیٹھتے جس کو پکارا جائے جس سے غائبانہ خوف کھایا جائے، اُمیدیں وابستہ کی جائیں۔ جس پر توکّل کیا جائے واسطہ اور وسیلہ کے بغیر جس سے دُعائیں مانگی جائیں۔ جس کے حضور رکوع و سجدہ ہو۔ جسکے نام کی نذر و نیاز کی جائے۔ قانون سازی جس کا حق ہو۔ سب جس کے بندے اور محتاج ہوں۔ کسی کو اُس پر زور یا زبردستی کا یارا نہ ہو۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے اقرار کے معنی یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسُول ہیں۔ اُن کے قول و عمل کے سامنے کسی کا قول و عمل ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کی وہی تعبیر مُعتبر ٹھہرے گی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ثابت ہے قیامت تک سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر شعبہ میں سندِ آخر ہے اور ہر قسم کی بدعت قابلِ رد۔

اس عقیدہ کا مالک گناہ گار سے گناہ گار بندہ انجام کار جنّت کی بادشاہی میں پہنچ کے رہے گا (انشاء اللہ) اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا جنّت کی خوشبو تک نہ پاسکے گا چاہے وہ دن میں ہزار نمازیں پڑھنے والا، ہر روزہ تہجد ادا کرنے والا صائم الدھر ہو۔